فقیہ الامت

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ

کے

حدیث سے متعلق

ملفوظات

ملفوظات فقیہ الامت

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب
گنگوہی نور اللہ مرقدہ مفتی اعظم ہند

مکتبہ دار الایمان
محلہ مبارک شاہ سہارنپور (یوپی)

ملفوظات فقیہ الامت
ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن
مکتبہ دار الایمان

فہرست مضامین ملفوظات فقیہ الامت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَا یَتَعَلَّقُ بِالْحَدِیْث

حدیث ضعیف فضائل میں حجت ہے

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ ضعیف جب کہ درجۂ موضوع تک نہ پہونچی ہو فضائل میں حجت ہے مسائل (حلال وحرام) میں حجت نہیں۔ یحییٰ ابن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر محدثین کا قول ہے "اذا جاء نا فی الحلال والحرام تشددنا واذا جاء نا فی الفضائل تسھلنا" (یعنی جب ہمارے پاس کوئی حدیث حلال وحرام سے متعلق آتی ہے تو ہم خوب سختی کرتے ہیں اچھی طرح جانچ پڑتال کرتے ہیں اور جب فضائل سے متعلق کوئی حدیث آتی ہے تو ہم نرمی اختیار کرتے ہیں خوب تحقیق نہیں کرتے)۔ تدریب الراوی ۲

تعارض بین الروایتین کے دفعیہ کی مرتب صورتیں

ارشاد فرمایا کہ بوقت تعارض بین الروایتین شوافع اولاً تطبیق کیطرف متوجہ ہوتے ہیں تطبیق نہ ہو سکنے کی صورت میں ترجیح کو اختیار کرتے ہیں ترجیح ممکن نہ ہونے کی صورت میں نسخ کے قائل ہوتے ہیں اور جب نسخ سے بھی عاجز ہوجاتے ہیں تو تساقط کے قائل ہوتے ہیں لیکن حنفیہ کے یہاں اولاً نسخ کو دیکھا جاتا ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے تطبیق وترجیح کی ضرورت نہیں نسخ نہ ہوسکنے کی تقدیر پر ترجیح کو اختیار کرتے ہیں اس لئے کہ ترجیح کا تطبیق پر مقدم ہونا ایک فطری امر ہے مثلاً کسی شخص کو کسی کیطرف سے کسی معاملہ میں دو طرح کی خبر پہنچیں تو وہ ترجیح کو اختیار کرتا ہے نہ کہ تطبیق کو پھر ترجیح کے ناممکن ہونے کی

صورت میں تطبیق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مثلاً حدیث "انما الماء من الماء" معارض ہے حدیث "اذا التقی الختانان و توارت الحشفۃ وجب الغسل" کے کہ اول سے معلوم ہوتا ہے کہ اکسال (جماع بلا انزال) میں غسل واجب نہیں اور ثانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اکسال میں غسل واجب ہے پس شوافع تطبیق دیتے ہیں کہ حدیث اول "انما الماء من الماء" احتلام سے متعلق ہے بیداری سے متعلق نہیں اور اپنے موافق حضرت ابن عباس کا اثر بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے "انما الماء من الماء فی الاحتلام" حنفیہ کہتے ہیں کہ حدیث "انما الماء من الماء" منسوخ ہے ابتداء یہ حکم تھا جبکہ پانی کی قلت تھی جس کا شانِ ورود خاص موقع ہے وہ یہ کہ ایک صحابی جن کا نام عتبان بن مالکؓ ہے قباء میں امام تھے اور بہت ضعیف البصر تھے گویا نابینا تھے اس لئے بارش کے موقع پر گھر ہی نماز ادا کرنی پڑتی ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ میرے مکان میں کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسکو نماز کے لئے متعین کرلوں آپ نے وعدہ فرمالیا اور دن چڑھے تشریف لے گئے اس وقت اپنی اہلیہ کے ساتھ مشغول تھے آپ نے دروازہ پر دستک دی تو یہ سمجھ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فوراً بلا انزال باہر آگئے آپؐ نے تاڑ لیا کہ اہلیہ کے ساتھ مشغول تھے اور بغیر انزال آگئے اس لئے ارشاد فرمایا "لعلنا اعجلناك" شاید ہم نے تمہیں جلدی بلا لیا انہوں نے اقرار کیا اور غسل کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "انما الماء من الماء" رہا ابن عباسؓ کا قول "انما الماء من الماء فی الاحتلام" سو یہ حدیث کی تاویل میں نہیں فرمایا بلکہ ایک سائل کے سوال کے جواب میں فرمایا جس نے احتلام بلا انزال کے بارے میں سوال کیا تھا اور جواب میں تبرکاً الفاظِ حدیث کو استعمال کیا جس کو بیان المسئلہ بعنوان الحدیث کہتے ہیں۔ فیض الباری

لا مهر اقل من عشرة دراهم کا ماخذ

ارشاد فرمایا کہ حدیث "لا مهر اقل من عشرة دراهم" (دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں) کو ابن ہمام نے فتح القدیر میں دارقطنی

وابن ابی حاتم سے نقل کرکے ابن حجر کا قول لکھا کہ یہ حدیث حسن سے کم درجہ کی نہیں

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ کی توجیہہ

ارشاد فرمایا کہ حدیث "من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر" (جس نے نماز جان بوجھ کر چھوڑی اس نے کفر کیا) کی توجیہہ یہ ہے غیر ناو للقضاء وغیر خاف من العقاب گویا حدیث اپنے ظاہر پر نہیں (بلکہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ قضا کی نیت نہ ہو اور عقاب خداوندی کا خوف نہ ہو)۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ کا محمل

ارشاد فرمایا کہ حدیث "لعن اللہ المحلل والمحلل لہ" (اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے حلال کرنے والے پر اور اس شخص پر بھی جسکے لئے عورت حلال کی گئی ہے) کا محمل وہ صورت ہے جب کہ حلالہ پر اجرت طے کرلی جائے یا طلاق دینے کو شرط کرلیا جائے اگر طلاق کو شرط نہ ٹھیرائے اور نہ ہی اجرت طے ہو بلکہ اپنے جی میں سمجھے کہ ایک دو روز رکھ کر طلاق دیدوں گا۔ تاکہ بیچارے زوج اول کا گھر ویران نہو بچے ضائع نہوں تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ اس پر اجر ملتا ہے ۱۲ "د" ج ۲ صفہ ۵۴

مَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحْيَانِيْ حدیث کے الفاظ ہیں

ارشاد فرمایا (ایک طالب علم کے سوال پر) کہ من احیا سنتی فقد احیانی حدیث ہے اسی معنی کی اور حدیث "من احیا سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئًا" (جس نے میری ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ ہو چکی تھی تو اس کو ان لوگوں جیسا اجر ملیگا جو اسپر عمل کریں گے اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہ کیجائے گی) اور

بعض روایت میں اسطرح ہے "من تمسّك بسُنتی عند فساد امتی فلہ اجر مأئة شهيد ،، (جس نے میری سنّت کو مضبوطی سے پکڑے رکھا میری امت کے بگاڑ کے وقت تو اس کو سو شہیدوں جیسا اجر ملیگا) دونوں روایت مشکوٰۃ شریف ص۳۰ ج ۱ پر موجود ہیں صاحب مشکوٰۃ نے ہر حدیث کے متعلق اس کتاب کا حوالہ دیا ہے جس سے وہ حدیث لی ہے مگر ان میں سے ایک حدیث (دوسری) ایسی ہے کہ اس کے بعد اس کتاب کا حوالہ نہیں دیا جس سے اس کو لیا ہے بلکہ جگہ یوں ہی خالی ہے۔

النِکاحُ مِنْ سُنَّتِی مستقل حدیث ہے اور من رغب عن سنتی مستقل حدیث ہے

ارشاد فرمایا کہ "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی" ایک حدیث نہیں بلکہ دو مستقل حدیث ہیں "النکاح من سنتی" مستقل حدیث ہے اور من رغب عن سنتی فلیس منی مستقل حدیث ہے۔ دونوں الگ الگ موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں۔

قرأۃ خلف الامام کی کراہت کا مستدل

ارشاد فرمایا کہ (قراۃ خلف الامام کی کراہت پر دلالت کرنے والی) حدیث "اذا قرأ فانصتوا" (جب امام قراۃ کرے تو تم خاموش رہو) کو امام مسلم رحؒ نے صحیح مسلم شریف میں نقل فرما کر اس کے بارے میں "صحیح عندی" (میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے) فرمایا ہے لیکن دار قطنی رحؒ نے اس کے ہم معنی حدیث اپنی کتاب میں ذکر کی تو کہا کہ اس حدیث کی سند میں حسن بن عمارہ اور (امام) ابو حنیفہ ضعیف ہیں جب کہ وہ اسی کتاب دار قطنی میں اس کے علاوہ پینتیس ۳۵ روایات امام صاحبؒ کی سند سے لائے ہیں مگر وہاں کوئی کلام نہیں کیا عینیؒ نے اس روایت کو ذکر کرنیکے بعد دار قطنی پر بہت لے دے کی ہے کہ اسکو حیا نہیں آتی امام ابو حنیفہ جیسے شخص کو ضعیف کہتا ہے میدانِ حشر میں اس سے سوال ہوگا اس نے یہ کہہ کر ایسے

۶۰۷ ص ،، ج ،، ج ۲ ص۲۲ ص مش ،، ج ۱ ص۲۷

بڑے پہاڑ کو اٹھایا ہے جسکا وہ متحمل نہیں۔

سفر برائے زیارتِ قبور کا مستدل

ارشاد فرمایا کہ امام غزالی رحؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیث "کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا" (میں نے پہلے زیارتِ قبور سے منع کر دیا تھا سو اب انکی زیارت کرلیا کرو) عام ہے کہ قبور اپنی بستی میں ہوں یا دوسری بستی میں ہوں۔[1] (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زیارتِ قبور کے لئے سفر بھی جائز ہے جیسا کہ مسائل فقہیہ کے تحت حضرت دام مجدہ کے ملفوظات میں آرہا ہے)۔

عورتوں سے مشورہ

ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے "شاوروھن وخالفوھن فان الخیر و البرکۃ فی مخالفتھن" (عورتوں سے مشورہ تو کرو مگر انکی مخالفت کرو کہ خیر و برکت انکی مخالفت میں ہے) اور حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے "طاعۃ النساء ندامۃ" (عورتوں کی طاعت ندامت کا سبب بنتی ہے)۔ "مو" ص۵

طلقاتِ ثلٰث کے عدمِ وقوع پر غیر مقلدین کا استدلال

ارشاد فرمایا کہ (ایک ہی مجلس میں) طلقاتِ ثلٰث کے عدم وقوع کے سلسلے میں غیر مقلدین (اپنے مسلک پر) حضرت ابن عباسؓ کے اس اثر کو پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اسی طرح صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں اور اسی طرح حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی اس کے بعد حضرت عمرؓ نے تین طلاق کو تین ہی طلاق کا حکم دیا ابن الترکمانی نے اس اثر کو "الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی" میں رد کیا ہے کہ یہ وہم ہے بلکہ قبیل غلط سے ہے علماء نے اس کو قبول نہیں کیا۔ "بذ" ج ۳ ص۲۷ پر بھی اس کے متعدد جواب مذکور ہیں

[1] "ح" ج ۱ ص۲۳۳

اجتماعی دُعا

ارشاد فرمایا کہ کنز العمال میں روایت ہے کہ جب کوئی قوم جمع ہو کر اس طرح دعا کرے کہ بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو حق تعالیٰ شانہ انکی دعا کو قبول فرماتے ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ اجتماعی دُعا مشروع ہی نہیں بلکہ اقرب الی الاجابت ہے)۔

بندوں کے اعمال کی پیشی

ارشاد فرمایا کہ (حدیث میں ہے) پیر و جمعرات کے روز بندوں کے اعمال جناب باری عز اسمہٗ میں پیش ہوتے ہیں اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان ایام میں روزہ رکھتے تھے اور وجہ یہ بیان فرماتے تھے کہ میرا نامۂ اعمال (خداوند قدوس کے سامنے) روزہ کی حالت میں پیش ہو۔[1] رہا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بھی بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں سو یہ بھی بلاتعیین یوم ثابت ہے۔

حضور علیہ السلام سے قہقہہ ثابت نہیں

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قہقہہ ثابت نہیں البتہ ضحک گاہے ثابت ہے[2] (اکثر آپ کی ہنسی تبسم (مسکرانا) ہوتی تھی)[3] بعض صحابہ کرام رضؓ کو قہقہہ لگاتے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا "لو رأیتم ما اری لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا" (اگر تم ان چیزوں کو دیکھ لو جن کو میں دیکھتا ہوں تو تمہارا ہنسنا کم ہو جائے اور رونا زیادہ ہو جائے)۔ "غ" ج ۲ ص ۹۶ بلفظ علم

حضرت امام ابو حنیفہ کے متعلق پیشین گوئی

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضؓ کی ران پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ان میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو علم کو اگر ثریا پر بھی ہوگا تو وہاں سے لے آئے گا۔ حضرات علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ اشارہ امام ابو حنیفہ رحؒ کی طرف ہے کیونکہ وہ فارسی النسل ہیں۔ "غ" ج ۲ ص ۲۷

[1] "ت" ج ۱ ص ۱۵۷ ۔ [2] "ع" ج ۲ ص ۳۶۳ [3] شیم ص ۱۵

قول صحابی حجت ہے

ارشاد فرمایا کہ قول صحابی حنفیہ کے نزدیک حجت ہے جب کہ اس کے خلاف کسی صحابی سے نکیر وارد نہو۔ [1]

ضیافت میں فرق مراتب

ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے ایک سائل کو روٹی کا ٹکڑا عنایت فرمایا اور ایک سائل کا دسترخوان پر اعزاز فرمایا کسی نے دونوں میں فرق کرنے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا "امرنا ان ننزل الناس علی منازلھم"[2] ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ لوگوں سے ان کے مرتبہ کے مطابق برتاؤ کریں

ارشاد فرمایا کہ ابن عمرؓ نے دعوت میں مختلف قسم کے کھانے تیار کئے اور مختلف قسم کے خوان لگائے اور پھر یہ ارشاد فرمایا (مدعوین سے) کہ جس کو جہاں بٹھلایا جائے وہ وہیں بیٹھے چنانچہ ہر شخص کو اس کے درجہ کے مطابق خوان پر بٹھلایا۔

احقر جامع و مرتب عرض کرتا ہے کہ ان ہر دو واقعہ سے معلوم ہوا کہ دسترخوان پر سب کیلئے ایک ہی قسم کا کھانا ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی سب کے لئے ایک قسم کا کھانا نہونا مذموم ہے بلکہ دعوت کنندہ کو اختیار ہے کہ وہ ہر شخص کے مرتبہ کے مطابق اسکو سب کے سامنے ممتاز کھانا کھلائے یا سب کو ایک ہی قسم کا کھانا کھلائے۔

کثرت سجود

ارشاد فرمایا کہ ایک صحابی ربیعہ بن کعبؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سفر میں خدمت کرتے پانی لاکر دیتے ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو انہوں نے عرض کیا "مرافقتك فی الجنة" یعنی جنت میں آپ کی معیت مانگتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اسکے علاوہ کچھ انہوں نے عرض کیا "ھو ذاك" مجھے تو یہی چاہیئے آپ نے فرمایا "فَاَعِنِّی علیٰ نفسك بکثرۃ السجود" اپنے نفس کے خلاف کثرت سجود سے میری مدد کرنا یعنی نمازیں کثرت سے پڑھنا کہ جتنی نمازیں زیادہ ہونگی سجدہ زیادہ ہوں گے۔ مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص۸۴۔

---

[1] "نو" ص۲۲۲ [2] "بذ" ج ۵ ص۲۴۳

قسط ثانی ۲

ملفوظات فقیہ الامت

یعنی

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ مفتی اعظم ہند

مرتب

مسعود احمد قاسمی غفرلہ

ناظم جامعہ محمود المدارس مسوری غازی اباد

ناشر

مکتبہ دار الایمان

سہارنپور، ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

فہرست مضامین ملفوظات فقیہ الامت قسط ثانی

ما یتعلق بالمسجد

حضرت حنظلہؓ کو نفاق کا اندیشہ

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جو شخص نماز میں حاضر نہ ہوتے ان کے بارے میں معلوم کرتے کہ فلاں کیا ہوا نماز میں نہیں آیا ایک مرتبہ حضرت حنظلہؓ نماز میں نہ آسکے آپؐ نے دریافت فرمایا حضرت ابوبکرؓ تحقیق حال کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور گھر والوں سے ان کے بارے میں معلوم کیا انھوں نے بتلایا کہ وہ بیٹھے کونے میں رو رہے ہیں یہ ان کے پاس گئے اور پوچھا کیوں رو رہے ہو تو فرمایا کہ حنظلہؓ منافق ہوگیا پوچھا کیوں؟ تو بتلایا کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتے ہیں تو ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ جنت دوزخ سامنے ہوتی ہیں اور جب آپ علیہ السلام کے یہاں سے آتے ہیں تو بیوی بچوں میں ایسے مشغول ہو جاتے ہیں کہ وہ حالت نہیں رہتی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتی ہے اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر یہی نفاق ہے تو میں بھی منافق ہوگیا اس لئے کہ میرا بھی یہی حال ہے پھر دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو حالت تمہاری میری مجلس میں رہتی ہے اگر یہ ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کریں گا ہاں گاہ ہے یہ۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۶) فائدہ اس حدیث میں ان سالکین کے لئے بڑی تسلی ہے جو شیخ کی مجلس میں طاعت عبادت خداوندی کا خوب شوق محسوس کرتے ہیں اس طرف طبیعت کو راغب پاتے ہیں مگر شیخ کی مجلس سے آنے کے بعد یہ کیفیت نہیں پاتے۔

مسجد میں دنیاوی کلام

بندہ نے عرض کیا کہ وضو کرنے والے پر چار فرشتے رحمت کی چادر تان لیتے ہیں اور دنیاوی ایک بات کرنے پر ایک فرشتہ علیحدہ ہو جاتا ہے دوسری بات کرنے پر دوسرا اسی طرح چاروں علیحدہ ہو جاتے ہیں کیا اس طرح کی کوئی روایت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس طرح تو نہیں البتہ یہ ہے کہ جو شخص وضو کر کے مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے اس کے اوپر چار فرشتے رحمت کی چادر تان لیتے ہیں پھر جب وہ ایک دنیاوی بات کرتا ہے تو ایک فرشتہ الگ ہو جاتا ہے جب دوسری دنیاوی بات کرتا ہے تو دوسرا فرشتہ الگ ہو جاتا ہے اور جب تیسری

بات کرتا ہے تو تیسرا فرشتہ علیحدہ ہو جاتا ہے اور جب چوتھی بات کرتا ہے تو چوتھا فرشتہ الگ ہو جاتا ہے اور ہر فرشتہ علیحدہ ہوتے وقت اس کو کچھ بددعا بھی دیتا ہے اور مخصوص نام سے اس کو پکارتا ہے احیاء العلوم یا اللہ تحفظ میں یہ منقول ہے۔

جنت کی ضمانت

ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دیدے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیدوں ایک وہ چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) دوسرے وہ چیز جو دونوں رانوں کے درمیان ہے (یعنی شرمگاہ)۔ بخاری ۲/۹۵۹ مطلب یہ ہے کہ ان سے وہی کام لے جو اللہ نے شرعاً جائز ہیں ناجائز امور میں ان کو استعمال نہ کرے۔)

مدح فاسق پر اللہ کا غضب

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے "اذا مُدِحَ الفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ واهتز له العرش" کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ غضب ناک ہوتے ہیں اور عرش الٰہی اس کی وجہ سے تھرانے لگتا ہے رواہ ابو یعلیٰ وابن عدی المغنی علی احیاء العلوم

پہلی تاریخ کا چاند

ارشاد فرمایا کہ پہلی تاریخ کا چاند بڑا ہونے کی تقدیر پر اس کے متعلق لوگوں کا یہ کہنا "یا ابن لیلتین" کہنا بھی بن دیکھے کل یا پرسوں بتلانا اس کو حدیث پاک میں علامات قیامت سے بتلایا گیا ہے۔ اختری بہشتی زیور حصہ سوم

لوگوں کو نفع پہنچانے والا

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے "خیر الناس انفعهم للناس" یعنی لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے پھر نفع پہنچانے جو جس قدر بڑھا ہوا ہوگا اسکی خیریت میں بھی اسی قدر اضافہ ہوگا جامع صغیر للسیوطی ۲/۲۴ کنوز الحقائق للمناوی علی الجامع الصغیر ۱۲۶۔

حدیث مسلسل بالاولیۃ

ارشاد فرمایا کہ محدثین کے یہاں ایک حدیث مسلسل بالاولیۃ ہوتی ہے یہ وہ حدیث ہوتی ہے جس کو شاگرد نے اپنے استاذ سے سب سے پہلے سنا ہو اور اس کے استاذ نے بھی اپنے استاذ سے سب سے پہلے سنا ہو اسی طرح آگے تک، میں نے سب سے پہلے اپنے استاذ سے یہ حدیث سنی "الراحمون یرحمهم الرحمٰن تبارک وتعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" رواہ ابوداؤد والترمذی مشکوٰۃ شریف ۲/۴۲۳۔ (یعنی رحم کرنے والوں پر حق تعالیٰ شانہ رحم فرماتے ہیں تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

فاحشہ عورت کی مغفرت

ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت چلی جارہی تھی ایک جگہ دیکھا کہ ایک کتا کنوئیں کے کنارے پر پیاس کی شدت سے ہانپ رہا ہے اور مرنے کے قریب ہے اس عورت کو اس پر رحم آیا اس نے اپنا موزہ نکالا اور اس کی اوڑھنی میں باندھ کر کنوئیں سے پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا اس پر حق تعالیٰ شانہ نے اس کی مغفرت فرمادی بخاری ج۱ جامع عرض رسالہ ہے کہ اس قسم کی حدیث بخاری ج۱ میں ایک مرد کے بارے میں بھی وارد ہوئی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ وہ کتا پیاس کی شدت سے نمناک مٹی چاٹ رہا تھا اور خود اس شخص کو بھی پیاس لگی ہوئی تھی نیز اس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ہم کو بہائم کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں بھی اجر ملتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہر ذی روح کے ساتھ احسان کرنے میں اجر ہے۔ ان ہر دو حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائیں اس کو چاہئے کہ مخلوق خدا کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کرے چاہے وہ جانور ہی کیوں نہ ہو۔

حدیث غریب سے استدلال

ارشاد فرمایا کہ امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں اس کا التزام کیا ہے کہ کوئی حدیث بخاری میں ایسی نہ ہو جس کے راوی کسی طبقہ میں ایک سے کم ہو گئے ہوں گے لیکن سب سے پہلی حدیث (انما الاعمال بالنیات الخ) اور آخری حدیث (کلمتان حبیبتان الی الرحمن) ایسی ہیں کہ طبقہ صحابہ میں ان کے ایک ہی راوی ہیں (اول کے حضرت عمرؓ آخری کے حضرت ابو ہریرہؓ) اس طرح بخاری شریف کی پہلی اور آخری حدیث غریب ہیں جن سے امام بخاریؒ استدلال کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ صاحب ہدایہ نے جن احادیث غریبہ سے استدلال کیا ہے وہ صحیح ہے محشیین یا شراح ہدایہ کے تحت غریب یا اس کے مثل کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان احادیث غریبہ سے استدلال صحیح نہیں یا کمزور ہے جبکہ امام حدیث امام بخاریؒ جیسے امام حدیث ایسی احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

جن سے روایت حدیث

ارشاد فرمایا کہ جنات سے روایت حدیث نہ کیجائے لعدم حصول الثقۃ بعدالتہم (البتہ وہ کسی انسان سے روایت کریں تو درست ہے)

الاشباہ والنظائر ص ۲۲۵ طبع بیروت

ترمذی نسائی وغیرہ میں امام ابو حنیفہؒ سے روایت

ارشاد فرمایا کہ تقریب التہذیب میں امام ابو حنیفہؒ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ترمذی اور نسائی میں امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے لیکن نسائی میں لفظ نعمان ہے (باب ذکر الاغتسال من الحیض ص۴۳ ج۱) البتہ ترمذی میں کتاب العلل کے اندر لفظ ابو حنیفہ ہی سے ہے مگر مصری نسخے میں ہے ہندی میں نہیں۔ طحاوی اور موطا امام محمد میں بھی چند روایات ہیں اور الاستاع میں مشتر روایات ہیں اور عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ الامام ابی حنیفہ۔ دو جلدوں میں ہے اس میں سب روایات امام ابو حنیفہ ہی سے ہیں۔

امام بخاریؒ کی روایت امام ترمذیؒ سے

ارشاد فرمایا کہ امام ترمذیؒ امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں مگر دو روایت امام بخاریؒ نے بھی امام ترمذیؒ سے لی ہیں وہ دونوں روایت بخاری شریف میں تو ہیں نہیں البتہ ترمذی شریف میں موجود ہیں ایک باب مناقب علی ص۲۱۴ ج۲ پر ہے اور ایک کتاب التفسیر ص۱۴۶ ج۲ پر ہے امام ترمذی نے اول کو ترمذی میں ذکر کر کے لکھا ہے وقد سمع محمد بن اسماعیل منی ہذا الحدیث اور ثانی کو ذکر کر کے لکھا ہے سمع منی محمد بن اسماعیل ہذا الحدیث۔

حضور علیہ السّلام کے اجداد کا مشرک نہ ہونا

ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے آخر تک شرک سے پاک تھے یہ روایت تفسیر مظہری میں ہے مگر یہ معلوم نہیں کس درجہ کی ہے اس پر ایک اشکال بھی ہے وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے والد (آزر) بھی ہیں اور وہ بتصریح قرآن مجید اذ قال ابراھیم لابیہ آزر اتتخذ اصناما آلھۃ، مشرک تھے پھر روایت کیسے صحیح ہے۔ اس کا جواب بھی دیا گیا ہے وہ یہ کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا چونکہ اس نے آپ کی تربیت کی تھی اس لئے مجازاً قرآن پاک میں اس پر اب (باپ) کا اطلاق کر دیا گیا۔[1]

---

[1] روح المعانی ج۷ ص۱۹۴ پر بھی اسی مضمون کے مثل ہے۔ عبارت یہ ہے والذی عول علیہ الجم الغفیر من اہل السنۃ ان آزر لم یکن والد ابراہیم وادعوا انہ لیس فی آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کافر اصلا لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات والمشرکون نجس ... (وبعد سطرین) والاکثر ... علی ان آزر اسم لعم ابراہیم علیہ السلام وجاء اطلاق الاب علی العم ... مرتب

ورثہ میں بھی چچا باپ کے درجہ میں شمار ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں بھی ہے فانما عم الرجل صنو ابیہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴۹) (یعنی چچا آدمی کے باپ کا مشابہ ہوتا ہے)۔

خطبۂ جمعہ کے وقت صلوٰۃ وکلام

ارشاد فرمایا کہ امام زہری سے صحیح بخاری میں روایت نقل کی ہے جس کو درمختار میں مسئلہ کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے

اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام "، کہ جب امام (خطبۂ جمعہ کے لئے حجرہ یا صف سے) نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کلام دنیوی اور کلام دینی دونوں ممنوع ہیں اس لئے کہ کلام مطلق ہے لیکن مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے کلام کو دنیوی کے ساتھ مقید کر کے اس وقت کلام دینی کی اجازت دی ہے۔

بغیر ٹوپی کے نماز کا ثبوت

اپنے (حضرت دام مجدہم کے) ماموں کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے گاہے گاہے بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا ثابت ہے

(عن عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد الخ) حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا ایک کپڑے میں نماز درست ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اولکلکم ثوبان کیا تم میں سے ہر شخص کو دو کپڑے میسر ہیں رواہ ابوداؤد، ونسائی صفحہ ۱۲۲ مطلب یہ ہے کہ ایک کپڑے میں نماز درست ہے جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اس ایک کپڑے کو بجائے ازار باندھنے کی جگہ کے گردن میں باندھ لیا کرتے تھے جس سے وہ نیچے تک بدن کو ڈھانک لیتا تھا۔ اور حضرت عمرو بن سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں جبکہ چھوٹا سا تھا سات آٹھ برس کا اپنے یہاں سے مدینہ طیبہ کو جانے والے راستہ پر کھڑا ہو جاتا جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس راستہ میں میرے پاس سے گذرتے میں ان سے پوچھا کیا کرتے وہ بتلاتے کہ قرآن پاک کی فلاں فلاں آیات سیکھ کر آئے ہیں میں ان سے وہ آیات سن کر یاد کر لیتا اس طرح اچھا خاصہ قرآن مجھ کو یاد ہو گیا پھر جب میری قوم کے لوگ مسلمان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز کی تعلیم دی اور ارشاد فرمایا یؤمکم اقرأکم "، کہ تمہارا امام وہ بنے جس کو قرآن پاک زیادہ یاد ہو تو انہوں نے ایسے شخص کی تلاش کی جس میں نہیں اترا تھا مجھ سے زیادہ قرآن پاک کسی کو یاد نہ تھا اس لئے مجھ ہی کو امام بنا دیا۔

لہ پس میں ان کی امامت کرتا حالانکہ مجھ پر فقط ایک چھوٹی سی چادر ہوتی جب سجدہ میں جاتا تو میرا ستر کھل جاتا عورتوں کو یہ ماجرا نظر آیا تو کسی نے کہا کہ اپنے قاری (امام) کی سرین تو ڈھانک دو اس پر ان لوگوں نے میرے واسطے ایک قمیص خرید دی جس سے مجھ کو ایسی خوشی ہوئی کہ اسلام کے بعد مجھے ایسی خوشی کسی چیز سے نہیں ہوئی۔ صحیح البخاری مع الفتح ص۲۲

حضور علیہ السّلام کا چائے، گرم دودھ، دال ماش اور چاول تناول نہ فرمانا

موصوف (ماموں حضرت دام مجدہ) نے ہی دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چائے پینا تو ثابت نہ ہوگا اس وقت اس کا رواج ہی نہ تھا تو ارشاد فرمایا کہ چائے تو چائے گرم دودھ بھی گرم کر ڈال کر پینا بھی ثابت نہیں بلکہ تازہ پھیکا دودھ میں بھی (مزید ٹھنڈا کرنے کے لئے) پانی کا چھینٹا ملا کر پینا وارد ہے۔ اسی طرح چاول اور ماش کی دال کھانا بھی ثابت نہیں وہاں تو زیادہ تر کھجور اور پانی پر اکتفا ہوتا تھا۔ پہلے کھجور کھاتے اوپر سے پانی پی لیا۔

تبلیغی جماعت کی بیان کردہ روایت کی تحقیق

موصوف ہی کے استفسار پر (کہ تبلیغی جماعت والے اس طرح کی حدیث بیان کرتے ہیں کیا وہ صحیح ہے) ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستہ کا ایک قدم شب قدر میں بیت اللہ کے اندر اتنی اتنی رکعات پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے، یہ روایت الترغیب والترہیب میں ملے۔ البتہ امام بخاری نے باب الجمعہ ص۱۲۴ ج۱ (جمعہ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے) اس سلسلے کی حدیث ان الفاظ میں ذکر کی ہے "من اغبرت قدماه في سبيل الله حرمه الله على النار" کہ جس شخص کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں گے حق تعالیٰ شانہ اس کو جہنم پر حرام فرما دیں گے اور کتاب الجہاد ص۳۹۴ پر بایں الفاظ ذکر کی ہے "ما اغبرت قدما عبد في سبيل الله فتمسه النار" کہ جس بندے کے قدم

لہ حدیث عمرو بن سلمہؓ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ نابالغ کی امامت بالغین کے لئے صحیح ہے اس لئے کہ ان کو امام بنانا قوم کا اپنے اجتہاد سے تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہیں ہوا اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ کا قول یہی ہے کہ نابالغ کی امامت درست نہیں۔ وعن ابن عباسؓ لا یؤم الغلام حتی یحتلم۔ وعن ابن مسعودؓ لا یؤم الغلام الذی لا تجب علیه الحدود۔ رواهما الاثرم فی سننه نیز ارشاد نبوی امام ضامن کا تقاضا بھی یہی ہے اسکے علاوہ ائمہ ثلاثہ میں سے بجز امام شافعیؒ کے سب کا مذہب یہی ہے کہ نابالغ کی امامت درست نہیں۔ کذا فی بذل المجہود ص۳۲۷ ج۱ حضرت کے احیاء العلوم ص۲۹۱

اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں گے اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

حدیث کن فی الدنیا میں او بمعنی بل ہے

ارشاد فرمایا کہ حدیث "کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل[1]" میں او بمعنی بل ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں مسافر کی طرح رہو بلکہ رہ گذر کی طرح پھر یہ شعر پڑھا مسافرم میں دنیارہ گذر ہے۔ عدم اپنا پرانا مستقر ہے۔

ایک ساتھ کھانا موجب برکت ہے

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ہم کھانا کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اکیلے اکیلے کھاتے ہوگے؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا اکٹھے ہو کر بسم اللہ پڑھکر کھایا کرو اس میں برکت ہوگی رواہ ابوداؤد جمع الفوائد صہ۲۹۲ (نیز حق تعالیٰ شانہ کو وہ کھانا زیادہ محبوب ہے جس پر ہاتھ زیادہ پڑیں۔ عوارف المعارف صہ۱۲۶ مطبوعہ بیروت۔

اصح الصحیحین کی تنقیح

ارشاد فرمایا کہ موطا امام مالک کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ یہ اصح الصحیحین ہے "صحیحین (بخاری و مسلم) سے سند کے اعتبار سے ارفع اور ارجح ہے۔ پھر فرمایا (حضرت زاد مجدہ نے) کہ امام محمدؒ نے اس کی تنقیح کی ہے اس میں تین چیزیں ہیں اول احادیث مرفوعہ امام محمدؒ نے ان میں سے امام ابوحنیفہ کے مسلک کے موافق جملہ احادیث کو موطا امام محمد میں ذکر کیا اور جو احادیث امام صاحب کے مسلک کے خلاف ہیں ان کے بالمقابل دوسری احادیث مرفوعہ ذکر کیں اس طرح موطا امام مالک میں کوئی حدیث مرفوع حنفیہ کے خلاف ایسی نہیں جس کا جواب موطا امام محمد میں نہ ہو دوسری چیز موطا امام مالک میں ہے آثار صحابہؓ امام محمدؒ نے ان میں سے جملہ آثار امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے موافق ذکر کئے کتاب الآثار میں اور جو اثر اس میں امام صاحبؒ کے مسلک کے خلاف ہے اسکے بالمقابل دوسرا اثر ذکر کیا اس طرح موطا امام مالک میں کوئی اثر حنفیہ کے خلاف ایسا نہیں جس کا جواب کتاب الآثار میں نہ ہو تیسری چیز موطا امام مالک میں ہے عمل اہل مدینہ کہ امام مالکؒ اس سے بہت استدلال کرتے ہیں ان میں سے جو عمل امام صاحبؒ کے مسلک کے موافق ہیں امام محمدؒ نے انکو ذکر کیا کتاب الحجہ میں اور جو عمل امام صاحبؒ کے مسلک کے خلاف ہے اس کے بالمقابل اس میں دوسرا عمل امام صاحبؒ کے موافق ذکر کیا اس طرح موطا امام مالک میں کوئی عمل اہل مدینہ ایسا مذکور نہیں جو حنفیہ کے خلاف ہو اور اس کا جواب کتاب الحجہ میں نہ ہو۔

[1] رواہ البخاری صہ۹۴۹

اس روایت کو ملا علی قاری نے اپنی تفسیر میں اور علامہ سیوطی اور ابن ماجہ کے حاشیہ میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں ذکر کیا لیکن ماخذ نہیں لکھا بعض حضرات نے اس روایت کو موضوع کہا ہے دیکھئے (موضوع احادیث سے بچئے بحوالہ الیواقیت الغالیہ ص ۶۳)

الصلوٰۃ معراج المومنین کا ماخذ

ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت مدنیؒ سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے مکتوبات میں الصلوٰۃ معراج المومنین کے محل تو متعدد بتلائے ہیں مگر اس کا ماخذ نہیں لکھا حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ تو فرمایا کہ اس کے موضوع ہونے پر اتفاق تو نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو اختلاف بھی نہیں ملا مگر یہ روایت حدیث کی کتابوں میں نہیں ملی۔ پھر فرمایا (حضرت زاد مجدہٗ نے) کہ مولانا عبدالرحمن صاحب کیمل پوریؒ صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے میرے پاس تحریر بھیجی جس میں الصلوٰۃ معراج المومنین کے ماخذ کے متعلق ہی سوال تھا میں نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی موجودگی میں اس کے متعلق دریافت کیا تو شیخؒ نے فرمایا کہ فلاں فلاں دو کتابوں میں اور دیکھو لو اگر ان میں بھی نہ ملے تو سمجھو کہ موضوع بھی نہیں اس پر حضرت مولانا الیاسؒ نے فرمایا کہ اچھا کچھ احادیث ایسی بھی ہیں کہ بطون اوراق ان کی زیارت سے محروم ہیں۔ نیز فرمایا (حضرت مدظلہ نے) کہ مکتوبات مجدد الف ثانی میں اور امام غزالی کی بعض تصانیف میں یہ حدیث مذکور ہے مگر ماخذ انہیں بھی مذکور نہیں اسطرح مکتوبات مجدد الف ثانی میں ذکر کی جانے والی احادیث کی تخریج کی گئی ہے اس میں بھی اس کا ماخذ ذکر نہیں کیا گیا۔

تخلیق انسان کا مقصد

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے ”ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرۃ“ یعنی دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو مطلب یہ کہ ہر مخلوق چھوٹی بڑی آسمان و زمین چاند سورج وغیرہ سب انسان کو نفع پہنچانے کے لئے پیدا کی گئی ہیں اگر یہ نہ رہیں تو انسان کا جینا مشکل ہو جائے دشوار ہو جائے لیکن انسان نہ رہے تو ان مخلوقات پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے کہ وہ اس کے لئے پیدا ہی نہیں کیا گیا وہ تو آخرت کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ”میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔“

مالک کی اجازت کے بغیر لی گئی بکری

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عورت نے دعوت کی اس میں گوشت پیش کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چبایا تو حلق سے نیچے ہی نہ اترا آپ نے فرمایا کہ یہ گوشت مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کیا گیا ہے داعی سے پوچھا گیا اس نے کہلا بھیجا کہ ہم نے بکری خریدنے کے لئے آدمی بازار بھیجا تھا وہاں ملی نہیں پڑوسی کی

کے پاس بکری تھی اس کے پاس آدمی بھیجا قیمت بھی بھیجی مگر وہ ملا نہیں اس کی اجازت کے بغیر اس کی عورت سے لیکر اس کو ذبح کرلیا (کہ مالک سے اجازت بعد میں لے لیں گے) اس پر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ گوشت قیدیوں کو کھلا دو (جن کے پاس گذارہ کو نہیں ہوتا) مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۴ ۔

بعد طعام تلوؤں سے ہاتھ صاف کرنا

ارشاد فرمایا کہ کھانا تناول کرنے کے بعد پیر کے تلوؤں سے ہاتھ صاف کرنا صحیح روایت سے ثابت ہے بخاری شریف ص ۸۲۰ پر ہے۔ لم یکن لنا منادیل الا اکفنا و سوا عدنا و اقدامنا (حضرت شاہ مجددؒ کو بعض احباب نے اس پر عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے)

تصحیفات محدثین

ارشاد فرمایا کہ جو علم بغیر استماع یعنی استاذ سے سنے بغیر صرف مطالعہ سے حاصل ہو وہ علوم نبوت سے نہیں علوم نبوت کا حصول استماع پر موقوف ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے "وانا اخترتک فاستمع لما یوحیٰ" اسی طرح ارشاد "واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا" اگر بغیر استماع کے حاصل ہوگا تو کبھی تو الفاظ میں غلطی ہوگی جیسا کہ ایک صاحب نے "الٓمٓ ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ" میں لا ریب فیہ کو لازیت فیہ پڑھا تھا (اس لئے کہ پہلے نقطے نہیں لگائے جاتے تھے اور استاذ سے سنا نہ تھا) اسی طرح ایک صاحب نے "جعل السقایۃ فی رحل اخیہ" میں فی رحل اخیہ کو فی رِجل اخیہ پڑھا تھا اسی طرح ایک صاحب نے سند حدیث میں عن جبریل عن اللہ عزّوجل کو عن جبریل عن اللہ عن رَجُلٍ پڑھا عز کو سمجھے عن اور جل کو سمجھے رجل جس سے لازم آیا کہ حق تعالیٰ کا بھی کوئی استاذ یا شیخ ہے جس سے وہ روایت کرتے ہیں اسی طرح ترمذی شریف میں وہ دو رو ایت جن کو امام بخاریؒ نے امام ترمذیؒ سے لیا ہے اور ان کے بارے میں کہا ہے ہذا ما سمعہ محمد بن اسماعیل منی ایک صاحب نے اپنے شاگردوں کو بتلایا کہ منی کسی راوی کا نام ہے کیونکہ ظاہر الفاظ سے مفہوم واضح نہیں ہوتا اسی طرح ابن لہیعہ نے احتجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد کو پڑھا احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد شاگرد نے پوچھا ہل فی مسجد بیتہ تو کہا لا بل فی مسجد رسول اللہ محدثین ابن لہیعہ کو ضعیف کہتے ہیں اس واسطے کہ انھوں نے اپنے استاذ سے سنا نہیں

بلکہ استاذ نے ان کو اپنی کتاب دیدی تھی اسی سے روایت کرتے تھے (محدثین کی اصطلاح میں اس کو مناولہ کہتے ہیں) اسی طرح ایک صاحب نے جو کہ لغتِ عرب پر کافی عبور رکھتے تھے حدیث ”لا یرث حمیل الا ببینۃ،، (جو شخص کوئی بچہ اٹھالائے اور اس کو اپنا بیٹا بتلائے تو وہ بغیر بینہ کے اس کا وارث نہ ہوگا) کو لا یرث جمیل الا بثینۃ ،، پڑھا جمیل عرب میں مشہور محب اور بثینہ مشہور محبوبہ گذری ہے جن کے واقعات معروف ہیں مطلب یہ کہ جمیل بثینہ ہی کا وارث ہو سکتا ہے۔ اور کبھی الفاظ صحیح ہوں گے تو معنی مرادی تک رسائی نہ ہوگی جیسا کہ ایک صاحب کنویں والے تھے لوگوں کو اپنے کنویں کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرنے سے روکتے تھے ان سے اس کی وجہ معلوم کی گئی تو بتلایا کہ حدیث میں ہے ”لا یسقی احد کم ماءہ زرع غیرہ،، تم میں سے کوئی شخص اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عورت غیر سے حاملہ ہو اس سے وطی نہ کی جائے جب تک کہ وضع حمل نہ ہو مثلاً حبلیٰ من الزنا سے نکاح کر لیا تو نکاح اگرچہ درست ہو گیا لیکن وطی جائز نہیں جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اسی طرح ایک غیر مقلد جب بھی استنجا کرتے رات میں دن میں تو بعد استنجا کے وتر پڑھتے ان سے اس کی وجہ معلوم کی گئی تو بتلایا کہ حدیث میں ہے ”من استجمر فلیوتر،، کہ جو شخص استنجا کرے اس کو چاہئے کہ وتر پڑھے کسی حنفی نے ان کو بتلایا کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص استنجا کرے اس کو چاہئے کہ طاق عدد (تین پانچ) ڈھیلے استعمال کرے یعنی عددِ وتر کی رعایت کرے کہنے لگے اللہ تمہیں جزائے خیر دے میں تو اب تک اس کا مطلب یہی سمجھے ہوئے تھا کہ بعد استنجا وتر پڑھے

حضرت حوّاؑ کا حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا ہونا

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت حوّاؑ کا حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا ہونا کیا کسی مستند حدیث سے ثابت ہے تو ارشاد فرمایا کہ صحاح کی روایت ہے ”ان المرأۃ خلقت من ضلع،، مرقات شرح مشکوۃ ص ۲۶۳ ج ۶ میں ملا علی قاری نے لکھا ہے (ان المرأۃ) ای اصلھا او جنسھا او امھا (خلقت من ضلع) ای من اضلاع آدم۔ پوری حدیث اس طرح ہے عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے جس کو کسی طرح سیدھا نہیں کیا جا سکتا اس کی کجی کو باقی رکھتے ہوئے ہی اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائیگی اور اس کا توڑنا اس کو طلاق دیدینا ہے رواہ مسلم مشکوۃ ج ۲ ص ۲۸۰

قسط ثالث ۳

ملفوظات فقیہ الامت

یعنی

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ مفتی اعظم ہند

مرتب

مسعود احمد قاسمی غفرلہ

ناظم جامعہ محمود المدارس مسوری غازی آباد

ناشر

مکتبہ دارالایمان

سہارنپور، ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

فہرست مضامین ملفوظات فقیہ الامت قسط ثالث

مضامین	صفحہ
ما یتعلق بالحدیث	

مایتعلق بالحدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت اور امت کا ردّ عمل

ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری مثال اس شخص جیسی ہے جس نے (جنگل میں) آگ روشن کی پھر جب اس کے ذریعہ اس کی ہر جانب روشن ہو گئی تو پروانے اور اڑنے والے کیڑے مکوڑے اس میں آ آکر گرنے لگے اور یہ شخص انکو آگ میں گرنے سے روک رہا ہے مگر وہ رک نہیں رہے ہیں اس پر غالب آرہے ہیں یہی حال میرا بھی ہے کہ میں تم لوگوں کی کمر پکڑ پکڑ کر جہنم میں گرنے سے روک رہا ہوں مگر تم ہو کہ شدت سے اس میں گھسے جارہے ہو (بخاری ج ۲ صفحہ ۹۶) اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر کتنی شفقت ہے اور آپ علیہ السلام امت کو عذاب سے بچانے کیلئے کتنے حریص ہیں اور امت کا ردّ عمل بھی ظاہر ہے قرآن پاک میں اسی کو فرمایا گیا ہے " فلعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا "، سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دیدیں گے، دوسری جگہ وارد ہے " لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم "، یعنی تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جنکو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے

خواہشمند رہتے ہیں۔ ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں۔

اعضاء بنی آدم زبان کے تابع ہیں

ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابن آدم جب صبح کرتا ہے تو اسکے تمام اعضاء زبان سے عاجزی کے ساتھ کہتے ہیں کہ "اللہ کی بندی، ہمارے بارے میں حق تعالیٰ شانہٗ سے ڈرتی رہنا اس لئے کہ ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگی تو ہم بھی ٹیڑھے ہوں گے۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۳۔

زبان کیطرف سے لاپرواہی جہنم کا سبب

نیز فرمایا کہ حدیث میں ہے بعض مرتبہ آدمی اللہ کو ناخوش کرنے والا ایسا بول بولدیتا ہے جسکا اسکو خیال بھی نہیں ہوتا اور وہ اس کے باعث جہنم کی گہرائی میں ڈال دیاجاتا ہے۔ رواہ البخاری "مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۱۔ فائدہ ان ہر دو حدیث سے معلوم ہوا کہ زبان کی حفاظت از حد ضروری ہے کہ اسکی طرف سے لاپرواہی بہت بڑے خسارے کا سبب بنجاتی ہے ایک حدیث میں ہے "اتدرون ما اکثر ما یدخل الناس النار، الاجوفان الفم والفرج"، رواہ الترمذی وابن ماجہ "مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۲۔ یعنی کثرت سے لوگوں کو دو چیز جہنم میں لیجائیں گی ایک زبان دوسرے شرمگاہ۔

تراجم بخاری اور جہر بالتامین

ارشاد فرمایا کہ بخاری شریف میں ترجمۃ الباب دعوی ہوتا ہے اور اس کے تحت ذکر کی جانے والی حدیث اسکی دلیل ہوتی ہے جن کے درمیان بعض جگہ بالکل مناسبت معلوم نہیں ہوتی مثلاً ج ا ص ۱۰۸ پر ترجمۃ الباب قائم کیا ہے باب جہر الماموم بالتامین "مقتدی کا زور سے آمین کہنا" اور اس کے تحت حدیث ذکر کی ہے کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو "اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین الخ"۔ اس سے ظاہر ہے

کہ مقتدی کا زور سے آمین کہنا ثابت نہیں ہوتا فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے اس کا جواب یوں دیا کہ حدیث مذکور میں قولوا جواب میں قال کے وارد ہے اور جب قولوا جواب میں قال کے آتا ہے تو اس سے مراد قول بالجہر ہوتا ہے پس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم زور سے آمین کہو ۔ اسطرح ترجمۃ الباب ثابت ہو جائے گا ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہی بات ہے تو مقتدی کو ربنا لک الحمد بھی زور سے کہنا مسنون ہونا چاہیئے اسواسطے کہ ج ا ص۱۰۹ پر ترجمۃ الباب قائم کیا ہے باب فضل اللھم ربنا لک الحمد اور اسکے تحت حدیث ذکر کی ہے ، اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد ، کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اس حدیث میں بھی قولوا جواب میں قال کے وارد ہوا ہے پس چاہیئے کہ یہاں بھی اس سے قول بالجہر مراد ہو اور تحمید میں جہر مسنون ہو حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ۔

بحالت حدث تلاوت پر امام بخاریؒ کا استدلال

اسی طرح ج ا ص۳۰ پر باب قائم کیا ہے

باب قراءۃ القرآن بعد الحدث اور اس کے تحت حدیث ذکر کی ۔ کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضؓ کے یہاں جو ان کی خالہ ہوتی تھیں ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات شب معلوم کرنے کیلئے) ایک رات گزاری حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہ بھی سو گئے یہانتک کہ نصف شب ہونے پر یا اس سے کچھ پہلے یا کچھ بعد آپ علیہ السلام بیدار ہوئے اور سورۂ آل عمران کا آخری رکوع پڑھا اسکے بعد وضو فرماکر نماز شروع کی حضرت ابن عباس رضؓ نے بھی ایسا ہی کیا آل عمران کا آخری رکوع پڑھا پھر وضو کر کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ سے ان کا دایاں کان پکڑ کر اپنی دائیں طرف کھڑا کر لیا ۔ ایک صاحب نے مولانا فخر الدین صاحب سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے پاس لکھکر بھیجا کہ بظاہر اس حدیث سے ترجمۃ الباب کو کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی اسواسطے

کہ استدلال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیند سے بیدار ہونیکے بعد بغیر وضو تلاوت کرنے سے ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس سے ترجمۃ الباب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نوم انبیاء ناقض وضو نہیں اور دوسرا کوئی حدث وہاں منقول نہیں۔ انھوں نے مجھ سے جواب لکھنے کیلئے فرمایا میں نے عرض کیا کہ کیا جواب لکھدوں؟ فرمایا کہ جب آدمی سو کر اٹھتا ہے اور کسمساتا ہے تو عادۃً خروج حدث ہوجاتا ہے اسی کو کالمتحقق تصور کرتے ہوئے استدلال کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ امام بخاریؒ کبھی سیدھے نہیں چلتے پیترا بدل کر چلتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ ان کا استدلال اس سے ہے کہ ابن عباسؓ نے بغیر وضو کے قرآن پاک پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی سکوت فرمایا ابن عباسؓ کا بے وضو قراءۃ کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سکوت فرمانا جو کہ تقریر نبی ہے، دلیل ہے اس بات کی کہ بغیر وضو قراءۃ قرآن جائز ہے اگر یہ ناجائز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور روک ٹوک فرماتے جیسا کہ انکے بائیں طرف کھڑے ہونیکو گوارہ نہیں فرمایا اس پر روک ٹوک کی بلکہ ان کا کان پکڑ کر دائیں طرف کھڑا کرلیا۔ اس پر مولانا موصوف نے فرمایا کہ بس یہی لکھدو۔

الفقر فخری موضوع ہے

ارشاد فرمایا کہ الفقر فخری حدیث موضوع ہے، کذا فی الموضوعات الکبیر ص۵۹، پھر فرمایا غور کرنیکی بات ہے کہ جو چیزیں فخر کی ہوسکتی ہیں مثلاً اولاد آدم کا سردار ہونا، قیامت میں حمد کا جھنڈا آپکے ہاتھ میں ہونا، قبر سے سب سے پہلے اٹھنا وغیرہ[ا] ان سے تو آپ علیہ السلام فخر کی نفی فرمارہے ہیں ارشاد فرمایا "انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر واول من تنشق عنہ الارض ولا فخر" (ترمذی ج۲ ص۲۰۲) تو فقر کو آپ فخر کیسے کہہ سکتے ہیں۔

احادیث تصانیف سعدیؒ

اس کے بعد فرمایا کہ گلستاں (باب ص۲) میں، شیخ سعدیؒ نے اسکو (الفقر فخری کو) ذکر کیا ہے اور وہ تلمیذ خاص ہیں ابن جوزی کے

ا مثلاً آپکا حبیب اللہ ہونا۔ امام الانبیاء ہونا، سب سے پہلے شافع و مشفع ہونا، اولین و آخرین میں اکرم ہونا، (ترمذی شریف ج۲ ص۲۰۲)

جو حدیث میں بڑے متصلب و متشدد تھے حتیٰ کہ حدیثِ صحیح کو بھی بعض مرتبہ موضوع بتا دیتے تھے لیکن اسکے باوجود شیخ سعدیؒ پر ان کا اس سلسلے میں کوئی اثر نہیں ہوا، ان کی تصانیف میں مشکل سے کوئی حدیث ضعیف ملے گی ورنہ تقریباً سب موضوع ہیں۔

مسلمان کو سابق کفر پر طعنہ دینا

ارشاد فرمایا کہ مسند امام احمد بن حنبلؒ ج ۶ ص ۱۳۲ و ص ۳۳۸ میں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ ام المؤمنین حضرت زینبؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس سواری زائد ہے وہ صفیہ کو دیدو، انھوں نے کہا ہوں اس یہودیہ کو دوں گی آپ علیہ السلام کو اس طعنہ سے سخت ناگواری ہوئی جس کے باعث آپ علیہ السلام دو ماہ ذوالحجہ و محرم یا تین ماہ ذوالحجہ و محرم و بعض صفر تک حضرت زینبؓ کے پاس تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ یہ آپ سے ناامید ہو گئیں اور آپ علیہ السلام کا بستر لپیٹ کر رکھدیا۔ فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو اسکے سابق کفر پر طعنہ دینا نہایت سخت چیز ہے۔ اعاذنا اللہ منہ، اسواسطے کہ اسلام اپنے سے پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے "الاسلام یھدم ما کان قبلہ" (مسلم شریف ج ۱ ص ۷۶)۔

حضرت صفیہؓ کا نسب و خواب

جب ملفوظ سابق حضرت دامت برکاتہم کو سنایا گیا تو اس پر ارشاد فرمایا کہ حضرت صفیہؓ حیی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی ہیں جو ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہے محرم سنہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے موقع پر دوسرے قیدیوں کی طرح یہ بھی قید ہو کر آئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے اختیار فرمایا اسی موقع پر یہ شرف باسلام ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو آزاد فرما کر اپنی زوجیت میں لے لیا اور آزادی ہی مہر قرار پایا شبِ زفاف میں جو خیبر سے واپسی پر راستہ میں ہی بمقام صہبا ہوئی آپنے انکے چہرہ پر سبز نشان دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ نشان کیسا ہے؟ انھوں نے بتلایا کہ میں اپنے

؎ یہ حدیث ابوداؤد و مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۴۲۹ میں بھی ہے اسمیں حجۃ الوداع کی تصریح نہیں ۱۲ مرتب۔

سابق شوہر کنانہ بن ابی الحقیق ہے جو خیبر کے موقع پر قتل کیا گیا ہے کی گود میں سر رکھے ہوئے سو رہی تھی میں نے خواب دیکھا کہ چاند میری گود میں آکر گرا بیداری پر یہ خواب میں نے اس سے بیان کیا تو اس نے زور سے میرے چہرہ پر طمانچہ مارا اور کہا تو یثرب کے بادشاہ کی تمنا کرتی ہے۔ اشارہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ہے۔ ۱۲ مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۵۲-۲۵۱ ۔

فضیلت حفظ قرآن کریم

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ حافظ قرآن کے والدین کو قیامت کے دن ایسا نورانی تاج پہنایا جائے گا جسکی روشنی سورج کی روشنی سے بھی بہتر ہوگی اور جب قرآن پاک کے سبب قاری کے والدین کو اس دولت سے نوازا جائے گا تو اندازہ کرو کہ خود حافظ قرآن کو جبکہ اس نے قرآن پاک کے مقتضیات پر عمل کیا ہو کیسا کچھ نوازا جائیگا رواہ احمد و ابوداؤد ۱۲ مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۸۶ ۔

حج اور تعمیر میں خرچ ہونیوالا مال

دریافت کیا گیا کہ نفلی حج افضل ہے یا کسی بے گھر کا مکان بنا دینا تو ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں حج کے اندر خرچ ہونے والے مال کو اچھی چیز بتلایا ہے۔ ارشاد ہے حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستے میں سات سو گنا خرچ کرنے کے برابر ہے ۱۲ جمع الفوائد ج ۱ ص ۱۶۴ ہے مگر تعمیر میں خرچ ہونے والے مال کی مذمت ہے ارشاد ہے کہ آدمی جو کچھ خرچ کرتا ہے اس پر اجر ملتا ہے مگر وہ خرچ جو گارا مٹی (ضرورت سے زائد تعمیر) میں ہو ایک روایت میں ہے کہ خرچ اللہ کے راستہ میں شمار ہوتا ہے مگر وہ خرچ جو (ضرورت سے زائد) تعمیر میں ہو۔ رواہما الترمذی مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۴۱ ۔

انصاری صحابی کا مکان ڈھادینا

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض اصحاب کے ساتھ ایک قبہ نما بلند مکان پر گزر ہوا آپ علیہ السلام نے پوچھا یہ کیا؟ عرض کیا گیا کہ فلاں انصاری صحابی کا مکان ہے اسپر آپ خاموش ہوگئے۔ کسی مجلس میں وہ انصاری صحابی حاضر خدمت ہوئے اور آپکو سلام کیا آپ نے چہرہ پھیر لیا انھوں نے دوسری طرف آکر سلام کیا آپنے پھر چہرہ پھیر لیا یہ سمجھ گئے کہ حضور علیہ السلام

مجھ سے ناخوش ہیں ساتھیوں سے اس کا سبب دریافت کیا انھوں نے بتلایا اور کچھ تو معلوم نہیں اتنا ضرور ہوا کہ آپ علیہ السلام نے آپکے مکان کو دیکھ کر دریافت فرمایا تھا کس کا ہے، بس یہ وہاں سے اٹھے اور سیدھے مکان پر پہنچے اور جاکر اسکو منہدم کر دیا اسکا ملبہ بھی وہاں سے صاف کرادیا پھر کسی روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا تو وہ قبہ دار مکان نہ دیکھکر دریافت فرمایا کہ وہ مکان کیا ہوا صحابہ نے عرض کیا کہ مالک مکان نے ہم سے آپ کے اعراض کا حال بیان کیا ہم نے انکو واقعہ بتلایا اس پر انھوں نے اسکو ڈھادیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سن لو ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر جو ضرورت کی بنا پر ہو رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ ج ص ۴۴۱)

فائدہ اس واقعہ سے جہاں تعمیر پر خرچ ہونیوالے مال کا حال معلوم ہوا ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کرام رض میں جذبۂ اطاعت اور عشق نبوی کا حال بھی معلوم ہوا اسی چیز نے انکو اتنی مہلت بھی نہ دی کہ وہ آپ علیہ السلام کی رائے معلوم کریں۔ کچھ عرض معروض کریں۔ کوئی عذر پیش کریں بس نشا نبوت معلوم ہوجانے پر اس کی تعمیل میں لگ گئے پھر کمال یہ کیا کہ مکان گرا دینے کے بعد آپ علیہ السلام کو جتایا بھی نہیں خبر بھی نہیں کی کہ میں نے آپ کی خوشنودی کا کام کر دیا مکان گرا دیا اس لئے اب راضی ہوجایئے حق تعالیٰ شانہٗ ہم کو بھی اس چیز سے حظ وافر عطا فرمائیں۔ آمین۔

آخرت میں کفار کو عملِ صالح کا نفع

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے چچا ابو طالب نے آپ پر احسانات کئے آپکی حفاظت کی نصرت کی تو کیا ان کو آخرت میں اس کا صلہ ملے گا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ آگ کے ہلکے عذاب میں ہونگے اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔ رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۱۵ و مثلہ فی البخاری ج ۲ ص ۹۴۱۔ اسی طرح حاتم طائی جو اسلام سے پہلے ہی گذر گیا تھا اسکے بارہ میں روایات میں آتا ہے کہ اس کی سخاوت کیوجہ سے اسکے عذاب میں تخفیف کر دیجائیگی۔ فقد ورد ان حاتما یخفف اللہ تعالیٰ عنہ بکرمہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر جو عمل صالح اللہ کے واسطے کرتا ہے وہ آخرت میں اس کے لئے نافع ہوگا گو تخفیف عذاب کی صورت ہی میں سہی بشرطیکہ اس کی صحت کے لئے ایمان شرط نہ ہو۔ کذا فی روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۳۔

فرشتوں سے حصول جماعت

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کو جنگل میں نماز کا وقت ہوجائے اور وہ وہاں اذان و تکبیر کہکر نماز پڑھے تو کثیر فرشتے اس کی اقتداء کرتے ہیں اور اس کو پچاس نماز کا ثواب ملتا ہے تدویر الفلک فی حصول الجماعۃ بالجن والملک میں مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رح نے ایسا ہی لکھا ہے احقر جامع عرض کرتا ہے کہ مصنف عبدالرزاق ج۱ ص۵۱۰ پر روی اذا کان الرجل بفلاۃ من الارض فاذن واقام وصلی، صلی معہٗ اربعۃ آلاف من الملائکۃ او اربعۃ آلاف الف من الملائکۃ ،، اور ص۵۱۱ پر ہے "ان اذن واقام صلی خلفہٗ من جنود اللہ مالا یری طرفاہ ،، ان ہر دو حدیث کا حاصل وہی ہے جو ملفوظ مبارک میں مذکور ہے بجز جزء اخیر کے، اور شامی ج۱ ص۳۵۶ فصل فی القرأۃ میں ہے ،، وروی فی الخبر ان من صلی علی ھیئۃ الجماعۃ صلت بصلوتہ صفوف من الملائکۃ ،، اس کا حاصل بھی وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔

ناقل حدیث کی تین حیثیت

ارشاد فرمایا کہ ناقل حدیث جبکہ محدث ہونے کی حیثیت سے نقل حدیث کرے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ متن وسند دونوں کی پوری رعایت رکھے لیکن جب مستدل یا واعظ ہونے کی حیثیت سے نقل حدیث کرے تو اس کے ذمہ متن وسند کی رعایت لازم نہیں۔ حدیث کا نفس مفہوم بیان کردینا کافی ہے صاحب ہدایہ نے ہدایہ میں مستدل ہونے کی حیثیت ہی سے احادیث ذکر کی ہیں اس لئے مفہوم حدیث بیان کردینا کافی ہے اگر کتب حدیث میں ان کی ذکر کردہ روایت بلفظہٖ نہ ملے تو کچھ اشکال کی بات نہیں اس سے استدلال کمزور نہیں ہوتا۔

ہبہ میں بعض اولاد کو بعض پر ترجیح دینا

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ باپ اپنی اولاد میں سے بعض کو کچھ دے اور بعض کو نہ دے یا کم دے تو کیسا ہے؟ اس پر ارشاد فرمایا کہ - بخاری ج۱ ص۳۵۲ میں ہے)- ایک صحابی (بشیر بن سعید) نے اپنے صاحبزادہ نعمان بن بشیر کو ایک غلام ہدیہ میں دیا ان کی والدہ نے کہا کہ میں تو اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جبتک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ نہ کرلو وہ صحابی حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کرکے آپ سے گواہ بننے کی درخواست کی۔
آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم نے دوسری اولاد کو بھی اسی کے برابر دیا ہے انھوں نے عرض کیا
نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔ اسی کے مثل دوسری
روایت ”بخاری ج۱ ص۳۵۱ میں“ ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے جور ”ظلم“ پر گواہ نہ بناؤ
بعض میں ہے کہ میں جور پر گواہ نہیں بنتا اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو ہدیہ دینے میں برابری کرے۔ ایک کو
دے ایک کو محروم کر دے یا کم دے یہ درست نہیں یہ میراث تھوڑا ہی ہے کہ حسب حصص مقررہ دیا جائے
احقر جامع عرض کرتا ہے کہ نووی شرح مسلم ج۲ ص۳۷ میں ہے کہ اولاد کے درمیان ہبہ میں برابری کرے
ہر ایک کو دوسرے کے برابر دے مذکر و مؤنث میں برابری کرے اگر بعض کو بعض پر ترجیح دی بعض کو
ہدیہ دیا بعض کو نہ دیا تو امام احمدؒ اور بعض علماء کے نزدیک تو ایسا کرنا حرام ہے لیکن امام شافعیؒ امام مالکؒ
اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے ”حرام نہیں گو ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ بعض روایات
میں یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے ان صحابی سے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے سوا کسی اور کو گواہ بنالو اگر ایسا کرنا حرام
ہوتا تو آپ ایسا نہ فرماتے رہا آپ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میں جور پر گواہ نہیں بنتا سو اس کی تاویل یہ ہے کہ
جور کے معنی ہیں اعتدال و مساوات سے ہٹ جانا نیز ہر وہ شی جو اعتدال و مساوات سے خارج ہو خواہ
حرام ہو خواہ مکروہ جس سے مراد یہاں کراہت ہے حرمت نہیں جس کا قرینہ آپ علیہ السلام کا قول ”اشہد
علی ہذا غیری“ ہے ان صحابی نے چونکہ بعض اولاد کو دیا اور بعض کو نہ دیا اس واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کو جور سے تعبیر فرمایا، اور فیض الباری شرح بخاری ج۳ ص۳۶۶ میں ہے کہ ان صحابی کی دو بیویاں تھیں
ہر ایک سے اولاد بھی تھی اور ایک کی اولاد کو ترجیح دینے میں یقیناً مظنہ جور تھا اسی واسطے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے گواہ بننے سے منع فرمادیا۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ ترجیح اگر کسی داعیہ کے تحت ہو مثلاً ایک
مومن متقی ہے دوسرا شقی فاسق ہے ”یا ایک کمزور ہے دوسرا قوی ہے کمانے پر خوب قدرت رکھتا ہے یا ایک
کثیر العیال ہے دوسرا قلیل العیال ہے“ تو پھر ترجیح میں کوئی جور نہیں ”اما اذا کان الترجیح لداعیۃ
نحو کون احدھما مومنا تقیا والآخر فاسقا شقیا فلا جور فی التفضیل“ انتہی ملخصاً فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص

قسط رابع ۲

ملفوظات فقیہ الامت

یعنی

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ مفتی اعظم ہند

مرتب

مسعود احمد قاسمی غفرلہ

ناظم جامعہ محمود المدارس مسوری غازی آباد

ناشر

مکتبہ دار الایمان

سہارنپور، ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

فہرست مضامین ملفوظات فقیہ الامت قسط رابع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مایتعلق بالحدیث

بغیر استاذ کے حدیث کا حل

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں حدیث و قرآن کو بغیر استاذ کے خود حل کرونگا محض اس بنا پر کہ اس نے کچھ عربی پڑھ لی ہے یا عرب کے علاقہ میں کچھ دن رہ لیا ہے جس سے کچھ ٹوٹی پھوٹی عربی بول چال آگئی ہے یا قوت مطالعہ کا زعم ہے تو اس کا یہ خیال خام ہے سودا و جنون ہے یہاں تو اساتذہ سے پڑھنا ضروری ہے بغیر استاذ کے قرآن و حدیث کو حل نہیں کرسکتا کتنی ہی روایات ایسی ہیں جن کو بغیر استاذ کے حل نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ آدمی بہت اچھا ہے جس کا کاروبار زیادہ پھیلا ہوا نہ ہو جان پہچان لوگوں سے کم ہو۔ گمنامی کی زندگی گزار رہا ہو۔ سرًّا و علانیۃً اللہ کی عبادت میں مشغول ہو اس کے بعد راوی کہتے ہیں " ثُمَّ نَقَدَ "، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روپیہ پرکھا۔ بغیر استاذ کے یہاں آدمی جھک ماریگا اسکو حل نہ کرسکے گا سوچے گا کہ یہاں روپیہ پرکھنے کا کیا مطلب استاذ بتائے گا کہ پہلے زمانہ میں روپیہ کے کھرا کھوٹا ہونیکو چٹکی لگا کر پہچانتے تھے بیچ کی انگلی اور انگوٹھے پر اس کو رکھ کر انگوٹھے سے چٹکی لگاتے اس سے روپیہ آواز کرتا اس کی آواز سے پتہ چلتا کہ یہ کھرا ہے یا کھوٹا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح چٹکی لگا کر اشارہ کیا اس طرف کہ وہ شخص چلدیا یعنی دنیا سے رخصت ہو کر حق تعالیٰ شانہٗ سے جاملا بعد میں اسکے رونے والے بھی کم ہوں اسکا ترکہ بھی کم ہو۔ (کذا فی المشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۴۲)

اسیطرح پہلے زمانے میں نقطے وغیرہ لگانیکا رواج نہ تھا بعض راویوں کے

نام کا املا ایک ہی طرح ہوتا ہے مثلاً ایک راوی ہیں عَبّاس ایک ہیں عَیّاش۔ یا ایک راوی حَبّاط ہیں ایک خَیّاط ہیں ایک حَنّاط ہیں املا سب کا ایک طرح نقطے لگانے کا دستور نہیں مطالعہ سے کیسے پتہ چلے گا کہ یہ کیا لفظ ہے استاذ بتائیگا تو معلوم ہوگا۔ یا نقطے بھی لگا دیئے پھر بھی اشتباہ ہوگا ایک راوی ہیں اَسِید ایک ہیں اُسَید ایک ہیں اُسَیّد املا تینوں کا نقطوں کے اعتبار سے بھی ایک ہی ہے جیسا کہ حروف کے اعتبار سے ایک ہے بغیر استاذ کے تعیین نہ ہوسکے گی۔

محدث ابن لہیعہ کا حال

محدثین میں ایک محدث ابن لہیعہ ہیں ترمذی کے راوی ہیں لیکن محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں اسواسطے کہ ان کے استاذ نے انکو کتاب دیدی تھی اس سے احادیث بیان کیا کرتے تھے۔ اصولیین اور محدثین کی اصطلاح میں اس کو مناولہ کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ انہوں نے روایت بیان کی احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پچھنے لگوائے سائل نے پوچھا ھل فی مسجد بیتہ کیا گھر کی مسجد میں؟ فرمایا نہیں بل فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ مسجد نبوی میں۔ اس پر اشکال ہوتا تھا کہ حجامت یعنی پچھنے لگانے میں خون نکلتا ہے دم مسفوح (بہتا خون) مسجد میں نکالنا کہاں درست ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ لفظ احتجم نہیں بلکہ احتجر ہے یعنی بوریا کھڑا کر کے حجرہ کی شکل بنالیا کرتے تھے۔ احتجر کی را میم کی شکل ہوگئی اس لئے احتجر کا احتجم بن گیا یہ خرابی اسی سے پیدا ہوئی کہ استاذ سے اس لفظ کو نہیں سنا۔

الدین النصیحة کی تشریح

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت حدیث الدین النصیحة، ترمذی ج ۲ صکا، بخاری ج ۱ صکا

میں نصیحت سے کیا مراد ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ نصیحت کے معنی آتے ہیں پھٹے ہوئے کپڑے کو سینا رفو کرنا اسی سے درزی کو ناصح اور نصّاح کہا جاتا ہے۔ (کذا فی مصباح اللغات) حدیث میں اس سے مراد خیر خواہی ہے ”والحاصل انها ارادة الخير للمنصوح له“ یعنی امر اہم دین میں خیر خواہی ہے حق تعالیٰ شانہ اور اس کی کتاب کے لئے بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ائمہ مسلمین اور عام اہل اسلام کے لئے بھی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات وصفات میں صحیح اعتقاد والا ہو، اس کی عبادت میں مخلص ہو۔ کتاب اللہ کے لئے خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر ایمان ہو اور جو احکام اس میں مذکور ہیں ان پر عمل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیر خواہی کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت اور ان تمام چیزوں میں جن کو لے کر آپ تشریف لائے تصدیق کرے اور جملہ امور میں آپ کی اطاعت کرے۔ حکام اور ائمہ مسلمین کے لئے خیر خواہی یہ ہے کہ حق بات میں انکی اطاعت کرے ان سے بغاوت نہ کرے۔ اور عام اہل اسلام کے حق میں خیر خواہی کے معنی یہ ہیں کہ دینی و دنیوی مصالح کیطرف ان کی رہنمائی کرے ان کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائے۔ (کذا فی المرقات ج۹ ص۲۳۴)

سب کی طرف سے دل صاف رکھ

پھر فرمایا کہ حدیث میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”یا بنی ان قدرت ان تصبح و تمسی لیس فی قلبك غش لاحد فافعل (ترمذی ج۲ ص۹۶) یعنی اے بیٹے اگر تو صبح و شام اس حال میں کر سکے کہ تیرے قلب میں کسی کی طرف سے کدورت نہ ہو تو کر گزر مطلب یہ کہ سب کی طرف سے دل صاف رکھ۔ اس میں کتنی بڑی نصیحت اور خیر خواہی ہے کہ کسی مومن کی طرف سے اس کے قلب میں کوئی میل نہیں سب کی طرف سے قلب صاف ہے۔

جائے وبا سے نکلنے اور وہاں جانیکی ممانعت میں کیا مصلحت ہے

سوال کیا گیا کہ جس جگہ بیماری یا وبا پھیلی ہوئی ہو وہاں سے نکلنے یا وہاں جانے کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے اس میں کیا مصلحت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر ایسی جگہ میں پھیلی ہو جہاں تم پہلے سے مقیم ہو تو وہاں سے اس وبا کی بنا پر مت نکلو (بخاری ج ۲ صفحہ ۸۵۳) ہاں کسی ضرورت سے نکلنے میں کچھ مضائقہ نہیں[۱]۔ مصلحت اس ممانعت میں یہ ہے کہ اگر ایسی جگہ کوئی گیا اور باذن الٰہی وہ بیمار ہو گیا تو وہ یا دوسرے لوگ کہیں گے کہ اس کو یہاں آنے کی بنا پر دوسروں کی بیماری لگ گئی اگر یہاں نہ آتا تو یہ بیماری نہ لگتی۔ اسی طرح اگر کوئی ایسی جگہ سے نکل کر چلا جائے گا اور باذن الٰہی وہ بچ گیا تو وہ یا دوسرے لوگ کہیں گے کہ یہاں آنے کی بنا پر بچ گیا اگر وہاں رہتا تو ضرور اس کو یہ بیماری لگتی یا جہاں نہ گیا ہے وہاں کوئی باذن الٰہی بیمار ہو گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس (آنے والے) کی وجہ سے فلاں کو بیماری لگ گئی اگر یہ یہاں نہ آتا تو اس کو یہ بیماری نہ لگتی حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ نہ ایسی جگہ جانا سبب ہے بیماری لگنے کا اور نہ ایسے مقام سے نکلنا سبب ہے بیماری سے بچنے کا یا دوسروں کو لگنے کا بلکہ سبب و مؤثر حق تعالےٰ شانہٗ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ لوگوں کو اعتقاد کی خرابی سے بچانے کے لئے منع کیا گیا ہے

جذامی کے ساتھ رہنا

عرض کیا گیا کہ جذامی کے ساتھ مل جل کر رہنا کیسا ہے؟ فرمایا اگر مل جل کر رہنے سے یہ اعتقاد ہو کہ اس کی بیماری مجھکو لگ جائے گی تو بچنا چاہیئے اور اگر یہ اعتقاد نہیں تو مل جل کر

---

[۱] کذا فی المرقات ج ۳ صفحہ ۳۶۰ و بذل المجہود ج ۴ صفحہ ۱۸۰۔ مرتب۔

رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جذامی کو اپنے ساتھ کھانا کھلانا بھی ثابت ہے (کذا فی الترمذی ج ۲ ص ۲ جمع الفوائد ج ۲ ص ۲۹۴)

اور یہ بھی وارد ہے کہ ایک جذامی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے اس کو کہلا بھیجا "ارجع فقد بایعناک" جا تجھ کو بیعت کیا۔ (کذا فی جمع الفوائد ج ۲ ص ۱۳ ونسائی ج ۲ ص ۱۸۳)

شکار کا اتباع غفلت کا سبب

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے جس نے شکار کا اتباع کیا وہ (ہر چیز سے) غافل ہوا "من اتبع الصید غفل"۔ مطلب یہ کہ جب شکاری شکار کے پیچھے پڑتا ہے اس کا شوق و محبت اس پر غالب آتی ہے تو وہ نماز وغیرہ امور سے غافل ہو جاتا ہے۔ ۱۲ بذل المجہود ج ۳ ص ۹

گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کا مطلب

ارشاد فرمایا کہ حدیث "لا تجعلوا بیوتکم مقابر" اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۶۵) کا ایک مفہوم تو معروف و مشہور ہے کہ نفل نماز کا کچھ حصہ گھروں میں رکھا کرو۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص تمہارے گھر آئے اس کو کچھ کھلا پلا دیا کرو۔ جس طرح آدمی قبرستان سے خالی ہاتھ لوٹتا ہے اہل قبور سے اس کو کچھ نہیں ملتا اسی طرح تم اپنے پاس آنیوالے کو خالی واپس مت کیا کرو کچھ کھلا پلا دیا کرو۔

حضور علیہ السلام کا عقیقہ

بندہ نے عرض کیا کہ مالا بدمنہ ص ۱۷۱ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا یہ روایت حدیث کی کس کتاب میں ہے؟

ارشاد فرمایا سیوطی کی خصائص کبری میں ہے۔ پھر فرمایا کہ اسمیں دو قول ہیں ایک یہی جو مالا بد منہ میں مذکور ہیں۔ دوسرا یہ کہ حضور علیہ السلام کا عقیقہ آپ کے دادا نے آپ کی ولادت سے ساتویں دن کیا۔

بعدِ نماز سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا

دریافت کیا گیا کہ نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھکر دعا پڑھنا ثابت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جی ہاں ثابت ہے حافظ ابن السنیؒ حنبلی تلمیذ امام نسائیؒ نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں مرفوعًا روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد سر کے اگلے حصہ پر داہنا ہاتھ رکھ کر "اللھم اذھب عنی الھم والحزن" پڑھتے تھے۔ علامہ جزریؒ نے بھی حصنِ حصین میں ابن سنی اور ابو یعلی دونوں سے نقل کیا ہے پوری دعا اس طرح ہے۔

بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی اللھم والحزن۔

پائجامہ کس طرح کا مسنون ہے

دریافت کیا گیا کہ پائجامہ کس طرح کا مسنون ہے یعنی چوڑے پائینچوں والا یا علیگڈھی یا شرعی وغیرہ ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ خریدا بھی اور پسند بھی فرمایا کہ اسمیں پردہ زیادہ ہے بعض روایتوں میں پہننا بھی وارد ہے (کذا فی خصائل نبوی صٹ) لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ کس قسم کا تھا اسکی کٹنگ اور سلائی کیسی تھی پھر فرمایا کہ جس ملک میں وہاں کے متقین علماء صلحاء جیسا لباس استعمال کریں ویسا ہی لباس اختیار کرنا سنت کے قریب ہے جیسا پائجامہ وہ پہنیں ویسا ہی پائجامہ پہننا چاہیئے جب کہ وہ خلاف شرع نہ ہو یعنی فساق فجار کفار کا شعار نہ ہو۔

ملفوظاتِ فقیہ الامت

قسطِ پنجم ۵

ارشاداتِ حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ،

مُرتّب

محمد رحمت اللہ کشمیری

مُہتمم دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

ناشر

مکتبہ دارالایمان

سہارنپور، ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

فہرست مضامین ملفوظات فقیہ الامت قسط خامس

مَا یتعلّقُ باللحیۃ

حضرت علیؓ کی سنت

سائل :- بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سر منڈانا ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ سر کا منڈانا اور گردن کا موٹا ہونا حدیث میں اسکو منافق کی علامت بتایا گیا ہے کیا یہ صحیح ہے ؟ جواب :- یہ صحیح نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ ہمیشہ سر منڈاتے تھے آپ کی گردن موٹی تھی بھاری بدن کے تھے ڈاڑھی کندھوں تک پھیلی ہوئی تھی دشمن کا پیشاب آپکی صورت دیکھ کر ہی خطا ہو جاتا تھا۔

ڈاڑھی منڈانے کے بارے میں روایت

فرمایا :- مکہ مکرمہ میں ایک مصری عالم سے ملاقات ہوئی (وہ ڈاڑھی منڈاتے تھے) ان سے میں نے پوچھا (یہ سوچکر کہ عالم آدمی ہیں شاید کہیں کوئی روایت اس سلسلے میں ان کی نظر سے گذری ہو) آپ ڈاڑھی کیوں منڈاتے ہیں کیا یہ ثابت ہے کسی روایت سے ؟ انھوں نے کہا :- تو کیا بڑی بڑی مونچھیں رکھ کر شیطان جیسی شکل بنائیں میں نے کہا کیا عقل نہیں دماغ نہیں سوال یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شکل کیوں نہیں بناتے ڈاڑھی منڈا کر شیطان جیسی صورت کیوں بناتے ہو ؟ بس خاموش ہو گئے اور کہا نظافت (صفائی ستھرائی) کے لئے منڈاتے ہیں میں نے کہا :- ان اللہ نظیف یحب النظافۃ اور نظافت کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھی تھیں ایسی کوئی چیز نہیں جو نظافت کی ہو اور حضورؐ میں نہ ہو

اور ڈاڑھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی پس ڈاڑھی رکھنا نظافت ہے نہ کہ اس کا منڈانا۔ کیا یہ ڈاڑھی منڈانا بس آپ (مصری عالم) کے لئے رکھی تھی۔

مُصافحہ کرتے وقت یغفر اللہ لنا ولکم پڑھنا

فرمایا:۔ کہ روایت میں مصافحہ کرتے وقت یغفر اللہ لنا ولکم پڑھنا نہیں آیا ہے البتہ روایت میں یہ بشارت ہے کہ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس بشارت کے اظہار کے بطور یغفر اللہ لنا ولکم کہتے ہیں۔

دعائے اذان میں وارزقنا شفاعتہ کے الفاظ

یہ بالکل ایسا ہے۔ جیسے کہ روایت میں آیا ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وسیلہ کی دعا کرے گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسکی شفاعت فرمادیں گے اس بشارت کا اظہار وارزقنا شفاعتہ کہکر کیا جاتا ہے ورنہ تو اذان کی دعا میں یہ الفاظ وارزقنا شفاعتہ ثابت نہیں۔ سائل:۔ وعدہ تو شفاعت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو انک لاتخلف المیعاد کیوں کہتے ہیں کہ اے اللہ تو وعدہ خلاف نہیں کرتا جواب:۔ یہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی قبولیت کا وعدہ اللہ تعالے نے کیا ہے۔

سیّد التابعین

سید التابعین دو شخص کہلاتے ہیں ایک امام محمد بن سیرین دوسرے امام حسن بصریؒ، محمد بن سیرین کی ملاقات کئی صحابہ سے ثابت ہے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں بیٹے کا کوئی لحاظ نہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ تھے اور ان کے لڑکے عبدالرحمٰن مشرکین کی طرف سے لڑائی میں شریک تھے بعد میں وہ مسلمان ہوئے ایک روز والد سے کہا ابّا! بدر کی لڑائی میں آپ میرے نشانے پر آگئے تھے لیکن میں نے باپ ہونے کے خیال سے وار نہیں کیا چھوڑ دیا۔ میں اگر چاہتا تو آپ کو قتل کر دیتا حضرت ابوبکرؓ نے

فرمایا اگر تو میرے نشانے پر آجاتا تو میں نہ چھوڑتا تیری اتنی مجال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر آتے۔

امام اوزاعیؒ

مشہور محدث امام اوزاعی ایک ماہ میں ایک مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جاتے تھے جب بوڑھے ہو گئے کمزوری آگئی تو ایک ماہ میں دو مرتبہ قضائے حاجت کی نوبت آتی کوئی ان کی مزاج پرسی اور عیادت کیلئے جاتا تو ان کی والدہ کہتیں کہ میرے بچے کے لئے دعا کریں کہ اس کا معدہ کسی کام کا نہ رہا مہینے میں دو مرتبہ قضائے حاجت کی ضرورت پیش آنے لگی یہ واقعہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب میزان الکبریٰ میں ہے۔

سب سے افضل پانی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے بطور معجزہ جو پانی نکلا وہ سب پانیوں سے افضل ہے اس کے بعد افضل ترین پانی زمزم کا ہے اور زمزم کا پانی حوض کوثر سے بھی افضل ہے کیونکہ شق صدر کے وقت حضورؐ کیلئے جنت سے طشت لایا گیا لیکن پانی زمزم سے ہی لیا گیا حوض کوثر سے نہیں یہ بالکل ایسا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے جو مٹی لگی ہوئی ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے کہ اللہ کا جسم نہیں۔

ناصیہ

سر کے چار حصے ہیں ایک حصے کے بال آگے کو رہتے ہیں ایک کے پیچھے کو ایک کے داہنی طرف اور ایک کے بائیں طرف جس حصے کے بالوں کا رخ آگے کی طرف ہوتا ہے اس حصے کو ناصیہ کہتے ہیں اور یہ سر کا چوتھائی حصہ ہے۔

حضرت معاویہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہما

یہ خاص بات ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں بدر لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر آگے آگے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے بھی نوازا لیکن ان کے فرزند یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر کبھی بھی نہیں آئے اگر کفار کے لشکر کے ساتھ ہوتے تو چپکے سے نکل کر بھاگ جاتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ بہت جری اور بہادر تھیں پہلے ایک صاحب کے نکاح میں تھیں ایک

دفعہ ان صاحب کو اس پر شبہ ہوا اس سے پوچھا کہ کیا ایسی کوئی بات ہے (کسی اور سے تعلق وغیرہ ہے) اس نے کہا بالکل نہیں لیکن ان صاحب کو شک ہی رہا تو بیوی نے کہا کہ چلو کاہن سے تحقیق کر لیں گے ایسا ہی ہوا لیکن پہلے سوچا کہ کاہن کا امتحان تو لیں کہ وہ صحیح بھی بتاتا ہے یا نہیں اسکے لئے ایک دانہ گیہوں کا جانور کی شرمگاہ میں چھپایا۔ کاہن سے جاکر معلوم کیا کہ ہم نے کس چیز کو چھپایا اس نے صحیح صحیح بتادیا۔ پھر اس سے یہ معاملہ معلوم کیا (بیوی پر شک) کاہن نے کہا، تمہارا شک کرنا غلط ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے اسکے ساتھ ہی کاہن نے اس عورت سے یہ بھی کہا کہ تمہارے بطن سے ایک بادشاہ پیدا ہوگا اب اس عورت نے اس شوہر سے کہا کہ مجھے طلاق دیدے کیونکہ میں تمہارے ذریعہ سے وہ بادشاہ وجود میں لانا نہیں چاہتی چنانچہ اس سے طلاق لے لی اس کے بعد اس کا نکاح ابو سفیان سے ہوا (جو بعد میں مسلمان بھی ہوئے) ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

جب حضور علیہ السلام نے عورتوں سے بیعت لی اور الفاظ بیعت میں سے ولا یزنین کہلوایا (بیعت لی اس بات پر کہ وہ زنا نہیں کریں گی) تو حضرت ابو سفیان کی بیوی نے کہا کیا حرہ (آزاد) عورت سے بھی زنا ہو سکتا ہے آپ اس چیز کا عہد مجھ سے کیوں لے رہے ہیں۔ اس کے بعد کہلوایا ولا یسرقن (چوری نہیں کریں گی) تو اس نے کہا کہ حضرت! ابو سفیان بخیل آدمی ہے وہ مجھے اور میرے بچوں کا پورا خرچہ نہیں دیتا کیا میں اس کے مال سے اسکی اجازت کے بغیر اتنا لے سکتی ہوں جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی اس کے بعد کہلوایا ولا یقتلن اولادھن (کہ اپنی اولاد کو قتل یا زندہ درگور نہیں کریں گی) تو اس نے کہا کہ حضرت! ان میں سے کون باقی رہا جتنے تھے وہ تو سب بدر میں آپ نے نمٹا دیئے یہی حضرت معاویہؓ کی والدہ تھیں شام کے علاقے میں جہاں حضرت معاویہؓ کا تسلط تھا لوگ انھیں بادشاہ ہی کہتے تھے۔

انجیر کے درخت کا ایثار

انجیر کے درخت میں ایثار کا مادہ ہے ہر درخت پہلے پھول لاکر اپنے آپ کو مزین کرتا ہے تب پھل

لاتا ہے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے انجیر پہلے دوسرے کے فائدہ کی چیز لاتا ہے جو اپنی زینت کی چیز اس درخت میں پھل پہلے آتا ہے پھول بعد میں۔

شرکِ خفی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کی ہوئی چیز کو یہ کہنا کہ مجھے پسند نہیں یعنی سنت کو باوجود یکہ سنت سمجھتا ہے کرتا نہیں یہ شرک خفی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کھانا کھا رہا تھا سالن میں کدو کے قتلے تھے مجھے کدو پسند نہیں تھا میں نے دیکھا کہ حضور اسکو رغبت سے کھا رہے ہیں بس اسی وقت سے مجھے کدو اچھا لگنے لگا۔

کرسی پر وعظ

الادب المفرد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرسی پر بیٹھ کر وعظ فرمایا اس کرسی کے پائے لوہے کے تھے۔

وضو بیٹھ کر کرنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے عامۃً بیٹھ کر ہی وضو کرنا ثابت ہے جبکہ آجکل بیسن (WASH BASIN) پر کھڑے کھڑے وضو کرنیکا رواج ہوتا جا رہا ہے۔

شیطان کا خیشوم پر بیٹھنا

حدیث پاک میں آیا ہے فان الشیطان یبیت علی خیشومہ شیطان آدمی کے خیشوم پر بیٹھتا ہے اور وہ وہاں پر بیٹھ کر اپنا اثر ہر سانس سے پہنچاتا ہے اس کا اثر ہر طاعت سے غفلت اور معصیت کا ارتکاب ہے اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ پاس انفاس کرنا چاہئے تاکہ وہ اثر نہ ڈال سکے جسطرح شیطان خیشوم پر بیٹھ کر اثر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح سے وہ دل پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس میں اسی کو بتایا ہے۔

ملفوظات فقیہ الامت

قسط سادس

یعنی

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہ،

جمع وترتیب

محمد نور اللہ قاسمی راجپوتی
یکے از خدام حضرت والا زید مجدہٗ

ناشر

مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

Maktaba Karimiya Deoband

Pin- 247554 (U.P.)

فہرست مضامین ملفوظات فقیہ الامتؒ

قسط سادس ۶

ما یتعلق بالحدیث

حدیث کی حفاظت کا وعدہ

ایک طالب علم نے سوال کیا کہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ کی تشریح میں علامہ ایوب نے لکھا ہے کہ اس سے مراد قرآن و حدیث دونوں ہیں اور کہا کہ فرقہ قرآنیہ صرف قرآن کو مانتا ہے حدیث کو نہیں مانتا اس پر ارشاد فرمایا کہ جو مقدمات تم اپنے ذہن میں لیکر سوال کرو تو اس کا جواب ضروری نہیں علامہ ایوب کو ہم نہیں جانتے دیکھو نزلنا سے مراد قرآن شریف ہی ہے یاد رکھو اصولی بات یہ ہے کہ جو شخص قرآن کو مانتا ہے اور حدیث کو نہیں مانتا دراصل وہ خدا اور رسول اور قرآن و حدیث کسی کو بھی نہیں مانتا کیونکہ اسکو کس نے بتایا کہ یہ قرآن ہے۔

ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بتایا کہ قرآن مجھ پر اترا۔ میں رسول ہوں۔ تو ہم کو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے معلوم ہوا تو حضور نے جو کچھ فرمایا وہی حدیث ہے اب رہا اس کا سوال کہ جس طرح قرآن کی حفاظت ہے اسی طرح احادیث کی حفاظت کا بھی خدا نے ذمہ لیا ہے یا نہیں۔

سو دیکھو قرآن میں فرمایا گیا ؛ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ ؛ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؛ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ؛ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَہُمُ الْخِیَرَۃُ الخ ؛ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِہِمْ الخ ؛

متعدد آیات ہیں جن میں اطاعتِ رسول کو کہا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اطاعت رسول فرض و واجب ہے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری تو ہے ہی اسکا تو وعدہ فرمایا گیا ہے ۔ رہی حدیث تو جب اطاعتِ رسول کو فرض کیا گیا تو انکی اتباع اس وقت ہوسکے گی جبکہ ان کے اقوال محفوظ ہوں ورنہ حق تعالےٰ تکلیف مالا یطاق کیسے دیتے اسلئے ان احادیث کی حفاظت ضروری ہے جنکی کہ اطاعت لازم ہے مثلاً نماز کیلئے وضو یا تیمم شرط ہے اور شرط قرار دیکر پانی یا مٹی ہی وضو اور تیمم کیلئے نہ دیں یہ کیسے ہوگا یہ تو تکلیف مالا یطاق والی بات ہوجائے گی ۔

تم ہی بتاؤ ایک مؤرخ کسی تاریخ کو لکھنا چاہے تو وہ اولاً اپنے ذہن میں کسی شخص کے متعلق ایک خاکہ تیار کرتا ہے اور اس کے بعد اُسی کے مطابق مواد تلاش کیا کرتا ہے اور اسکی بات کو لوگ معتبر مانتے ہیں بسا اوقات ان میں سے ثقہ بھی نہیں ہوتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ، اطوار ، اعمال کو نقل کرنے والے ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور ان میں سے وہ شخصیات ہیں کہ اللہ اکبر ! کہ دنیا ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے ایسے ثقہ حضرات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال منقول ہیں اسکے بعد محدثین نے کیا کیا کارنامے انجام دیئے کیسی کیسی شخصیات پیدا ہوئیں امام بخاریؒ کے سامنے دس محدثین نے امتحاناً دس دس حدیثیں راویوں کے نام غلط کرکے

پڑھی تھیں امام بخاریؒ نے اولاً انکی پڑھی ہوئی حدیثوں کو سنایا اور پھر صحیح کر کے بتایا کہ جو تم نے پڑھا تھا وہ غلط تھیں صحیح اس طرح ہے۔ نوّے ہزار نے ان سے سندِ بخاری حاصل کی۔ کسی شخص نے ایک شخص سے کہا کہ تم احادیث کو کسطرح سمجھوگے کہ یہ قولِ رسول ہے جبکہ میں نے اس میں اتنی اتنی احادیث موضوع بھر دی ہیں تو کہا کہ احمد ابن حنبل اور یحیٰ ابن معین جیسے حضرات تمہاری موضوعات کے پرخچے اڑا کر رکھدیں گے۔

اسی طرح ندوۃ العلماء کے بیس بیس آدمی سفر کیلئے نکلے تاکہ طلباء کو تجربات ہوں ان میں دو استاذ بھی تھے یہ حضرات سہارنپور پہنچے ان حضرات کا طریقہ یہ تھا کہ گول حلقہ بناکر بیٹھ جاتے دو تین سطر کی عبارت لکھتے اور اس پرچہ کو ایک طالب علم کو دکھاتے اور وہ پرچہ واپس لے لیتے پھر یہ طالب علم سے کہتے کہ اسی عبارت کو اپنی یادداشت سے لکھو۔ اس طالب علم کی لکھی ہوئی عبارت کو دوسرے طالب علم کو دکھاتے اور وہ پرچہ پہلے والے طالب علم کو دیتے اور اس دوسرے طالب علم سے کہتے کہ تم اپنی یادداشت سے اس عبارت کو لکھو وہ دوسرا طالب علم لکھتا تو اس پرچہ کو تیسرے طالب علم کو دیتے اسی طرح تمام طلباء سے لکھواتے آخر میں تمام پرچوں کو دیکھتے تو کوئی دو پرچے ایسے نہیں تھے جنکی عبارت یکساں ہوں مقصود اس سے یہ تھا کہ جب یہیں سامنے ہی بیٹھکر اتنی سی عبارت یکساں نہیں لکھی جاسکتی تو یہ احادیث مبارکہ جو دو صدی کے بعد لکھی گئی ہیں اُن پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے جب یہ حضرات سہارنپور پہنچے تو اس وقت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رح سب کی طبیعت خراب تھی مگر اتفاق سے سب سنبھل گئے تو سبق پڑھانے آگئے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے سبق میں ایک طالب علم نے کہا کہ حضرت! محشیؔ اسطرح کہتا ہے تو فرمایا کہ میں کیا کروں (حضرت کی عادت تھی کہ جبتک کہ سوال پورا نہ کرے جواب

نہیں دیتے تھے} تو طالب علم نے پوچھا کہ آپ نے تقریر اسطرح کی تو فرمایا ! کہ ہاں پھر کیا ہوا ۔ تو کہا کہ دونوں میں {محشیؒ اور آپ کی تقریر میں} تعارض ہے ۔ حضرتؒ نے چابی پھینکی اور فرمایا کہ الماری کھولو نکالو قسطلانی ، فتح الباری ، عمدۃ القاری ، شامی درمختار ، بحرالرائق اور کتابیں کھول کھول کر دکھایا کہ فلاں کتاب میں فلاں صفحہ پر اس کی تقریر اسی طرح ہے دیکھو میں فلاں کتاب سے بول رہا ہوں میں بحرالرائق سے بول رہا ہوں میں کیا جانوں کہ محشیؒ کیا کہہ رہا ہے ۔

یہاں سے اٹھ کر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے سبق میں گئے ایک طالب علم نے سوال کیا کہ نماز میں کیا کیا اختلاف ہے تو فرمایا کہ تکبیر تحریمہ سے آخر تک اختلاف ہے سب سے پہلے فلاں مسئلہ میں اختلاف ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا یہ مسلک ہے امام مالکؒ کا یہ مسلک ہے امام شافعیؒ کا یہ ہے امام احمدؒ کا یہ ہے اور فلاں امام کا ماخذ و مستدل فلاں حدیث ہے فلاں امام کا مستدل فلاں حدیث ہے اسی طرح شروع سے آخر تک پچانوے اختلاف بتلائے اور ہر ایک میں ہر ایک امام کا مسلک اور اسکا ماخذ بتاتے چلے گئے یہ لوگ وہاں سے یہ کہتے ہوئے لوٹے کہ ادہر یہ کتابیں تو ہم نے بھی پڑھی ہیں مگر ان سب چیزوں کی ہمیں ہوا بھی نہیں لگی اللہ اکبر ! اس قدر حافظہ کے لوگ اب بھی موجود ہیں ۔ تو بھائی جب حق تعالےٰ ایسے لوگوں سے دین کی خدمت لیتے ہیں تو حدیث کا ذخیرہ کیسے ختم ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ہر دور میں کسی نہ کسی کو پیدا فرماتے ہیں جو دین کی خدمت کرے ۔

ہمارے خاندان میں اب بھی علم باقی ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے

مطالعہ کے وقت پانی مانگا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ بہت افسوس کرنے لگے کہ افسوس

اب ہمارے خاندان سے علم رخصت ہو گیا تو بیوی نے کہا کہ گھبرائیے نہیں ابھی پتہ چل جائے گا۔ گلاس میں پانی کے بجائے سرکہ بھیجا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ پورا سرکہ پی گئے یہ بھی پتہ نہ چلا کہ پانی پیا یا سرکہ تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ الحمدللہ ہمارے خاندان میں اب بھی علم باقی ہے۔

نحن الصیادلۃ وانتم الاطباء

ارشاد فرمایا کہ سلیمان ابن مہران اعمش جو کہ استاذ ہیں امام ابو یوسفؒ کے اور رجالِ بخاری میں سے ہیں امام ابو یوسف سے انھوں نے ایک مسئلہ پوچھا انھوں نے بتایا تو سلیمان اعمش نے فرمایا کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا؟ تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ فلاں روایت سے جو آپ نے ہی مجھ سے نقل فرمائی ہے تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا کہ تمہارے ماں باپ ایک بستر پر جمع نہیں ہوئے تھے {یعنی نکاح نہیں ہوا تھا} اس وقت سے یہ حدیث مجھے یاد ہے مگر اس کا مطلب آج سمجھ میں آیا پھر فرمایا کہ ہماری مثال دوا فروش کی سی ہے (نحن الصیادلہ وانتم الاطباء) اور تمہاری مثال طبیب کی سی ہے۔ ترمذی شریف میں کتاب الجنائز میں لکھا ہے "الفقہاء اعرف بمعانی الحدیث"۔

بڑے بھائی سے دُنیا کا مال مراد ہے

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مثال بیان فرمایا کہ ایک شخص کے تین بھائی تھے اس شخص کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس نے بڑے بھائی سے عرض کیا کہ آپ میرے بڑے بھائی ہیں باپ کی جگہ ہیں میں نے ہمیشہ آپ کا احترام کیا ہے آپ کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھا آج میرے انتقال کا وقت ہے آپ میری کیا مدد کریں گے؟ اس نے جواب دیا کہ جب تک تمہاری زندگی ہے تمہارے

پاس ٹہیروں گا تمہارے انتقال کے بعد دور چلا جاؤں گا کوئی مدد نہیں کرسکوں گا اس کو بڑا افسوس ہوا کہ میری ساری عمر کی خدمت اور محنت بیکار گئی۔

پھر منجھلے (درمیانی) بھائی کو بلایا اس سے کہا کہ بھائی! بڑے بھائی کے برابر تو میں نے تم کو نہیں سمجھا لیکن پھر بھی آپ کا احترام کرتا رہا ہمیشہ عزت کی آج میرا آخری وقت ہے آپ میری کیا مدد کریں گے؟ تو جواب دیا کہ جبتک تمہاری زندگی ہے تمہارے پاس بیٹھوں گا مرنے کے بعد غسل وکفن دونگا جنازہ کی نماز پڑھکر قبر میں لیجاکر دفن کردوں گا پوچھا اور آگے؟ تو کہا کہ آگے میں کچھ نہیں کرسکتا اس پر بھی افسوس ہوا۔

پھر چھوٹے بھائی سے کہا کہ میں نے تمہاری کوئی عزت نہیں کی کان پکڑ کر ہمیشہ تمکو اپنا محکوم بنایا تم میری کیا مدد کروگے؟ اس نے کہا کہ قبر میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا حشر میں بھی ساتھ دوں گا۔ میزان میں بھی ساتھ دوں گا۔ پلصراط پر بھی ساتھ دوں گا یہاں تک کہ تمکو جنت میں پہنچادوں گا وہ بہت خوش ہوا۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا بھائی تو مال ہے جسکی خدمت میں ہمیشہ آدمی لگا رہتا ہے مرنیکے بعد اسکی ملکیت ختم ہو جاتی ہے کچھ نہیں کرسکتا وہ سب وارثوں کا بن جاتا ہے جو مال دنیا میں چھوڑا وہ مال کوئی مدد نہیں کرسکتا بلکہ اخیر وقت میں صرف ایک تہائی مال میں وصیت کرنے کا حق باقی رہ جاتا ہے دو تہائی میں نہیں رہتا اور منجھلا (درمیانی) بھائی عزیز رشتہ دار ہیں جو بیمار کی دوا دارو بھی کرتے ہیں اور مرنے پر غسل کفن دیکر دفن بھی کردیتے ہیں قبر میں کوئی ساتھ نہیں دیتا چھوٹا بھائی نیک عمل ہے انسان اپنی زندگی میں اسکی کوئی عزت نہیں کرتا موقع مل گیا عمل کرلیا نہ ملا نہ سہی اپنی دوسری خواہشوں کے ماتحت نیک عمل کو بنالیتا ہے مگر یہی نیک عمل قبر میں کام دیتا ہے۔ سر کی طرف سے داہنے طرف سے بائیں طرف سے پیر کی طرف سے جو عذاب آتا ہے تو

اعمال صالحہ اسکو روکتے ہیں میدان حشر میں جب سورج اتنا قریب ہوگا کہ لوگوں کے دماغ ہنڈیا کی طرح کھولتے ہوں گے وہاں نیک عمل کا سایہ ہوگا اسوقت نیک عمل ہی کے ذریعہ سے ترازو کا پلہ بھاری ہوگا اور بخشش کا ذریعہ بنے گا پلصراط سے نیک عمل ہی کی برکت سے گزرنا آسان ہوگا تیز ہوا کی طرح یا تیز رفتار گھوڑے کیطرح جیسا جیسا نیک عمل ہوگا آدمی گذر جائے گا لہذا زندگی نیک عمل ہی میں گذارنی چاہیئے مال کمانیکی خاطر اور رشتہ داروں کے لحاظ سے خدا کی نافرمانی ہرگز نہ کی جائے۔

خدا ہر جگہ موجود ہے

ارشاد فرمایا کہ ابن جوزی سے کسی نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو فرمایا کہ ہر جگہ ہے تو پوچھا کیا دلیل ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ حدیث میں ہے **لا تفضلونی علیٰ یونس بن متی** (کہ مجھ کو یونس ابن متی پر فضیلت مت دو) اس نے کہا یہ کیا دلیل ہوئی صاحب فرمایا بات یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے تو وہاں اللہ کا ذکر کیا جس سے وہاں ان کو وہی قرب حاصل تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاب قوسین او ادنیٰ میں حاصل تھا لایُحدّ ولایتصوّر مکان وحدود کی قید سے خدا بالاتر ہیں سمندر کی تہ میں مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام نے خدا کو پکارا۔

بڑوں سے درگذر کرو

ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذوی الہیئات کے عثرات سے اقالہ کرو یعنی جو باحیثیت لوگ ہیں ان سے اگر کوتاہی ہوجائے تو درگذر کرو صحابہ سے اور انصار سے درگذر کرنیکی تاکید آئی ہے۔

قیامت میں خدائے پاک کی شفقت بھری آواز

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں

آتا ہے کہ حساب کتاب کے بعد کہا جائے گا کہ اہل جنت جنت میں چلے جاویں اور اہل دوزخ دوزخ میں چلے جائیں سب اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ چلے جائیں گے صرف مسلمان رہ جائیں گے وہاں ایک آواز آئے گی ۔ میں تمہارا معبود ہوں اسکو سنکو سب انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے معبود نہیں دوبارہ آواز دیں گے مگر اس وقت دوسری ہیئت میں ہوں گے اور کہیں گے کہ میں تمہارا معبود ہوں تب سب سجدے میں گر جائیں گے ۔ پہلی دفعہ کیوں انکار کر دیں گے کہ تو ہمارا رب نہیں دوسری مرتبہ کیسے مان لیں گے کہ آپ حق تعالےٰ ہیں ۔ وجہ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ والی آواز کرخت ہوگی اور دنیا میں حق تعالیٰ کی بے انتہا شفقتوں کا ساری عمر جو تجربہ کیا وہ آواز ان شفقتوں سے خالی ہوگی کہ ہمارے ساتھ اتنی شفقتوں والے رب اسطرح بولتے ہیں اور اتنی سختی اس آواز میں ہے یہ رب کی آواز ہے ہی نہیں پھر دوبارہ جو آواز ہوگی وہ شفقت کے ساتھ ہوگی جس کا دنیا میں تجربہ ہوا تھا اسلئے سب سجدے میں گر جائیں گے ۔ اگر آپ کا بیٹا ہو اور آپ اس کو آواز دیں وہ بہت گھناؤنی سخت آواز میں جواب دے تو آپ کہیں گے کہ یہ بیٹے کی آواز نہیں ہے یہ کوئی اور ہے ہمارا بیٹا اتنی سختی سے جواب نہیں دیتا ۔

امام غزالیؒ اور صاحب ہدایہ کا حال حدیث میں

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ امام غزالیؒ اور صاحب ہدایہ پر باوجود تبحر علمی کے حدیث کا صحت وسقم مخفی رہا دیکھ لیجئے منصب الرایہ اور حاشیہ ہدایہ محشیؒ اکثر جگہ کہتا ہے شاذ ۔ غریب ۔ لم اجد ۔ لم یوجد ۔ لایوجد لیکن ایک صاحب نے صاحب ہدایہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ امام الفقہ والحدیث تھے

جیسا کہ ان کی احادیث دیکھنے سے پتہ چلتا ہے شیخ سعدیؒ ہی کو دیکھ لیجئے کہ کتنے بڑے صوفی ہیں مگر ان کی کتاب میں کہیں کہیں تو حدیث ضعیف ملتی ہے ورنہ اکثر موضوع روایات ہیں صوفیوں کی روایات ایسی ہی ہوتی ہیں کیونکہ ان کے اوپر حسن ظن غالب ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب نہیں کر سکتا جھوٹ نہیں بول سکتا۔

بخاری شریف میں بیس روایات کے سب راوی حنفی ہیں

ارشاد فرمایا کہ بخاری شریف میں ۲۲ حدیثیں ثلاثی ہیں ان میں سے بیس احادیث ایسی ہیں جن میں راوی سب حنفی ہیں اور دو حدیثوں میں غیر حنفی ہیں اسی طرح امام بخاری کے استاذ امام احمد ابن حنبل ہیں مگر پوری بخاری شریف میں صرف چار جگہ امام احمد ابن حنبل کا نام ہے حالانکہ امام احمد بہت بڑے محدث ہیں امام بخاریؒ نے ان کا تذکرہ صرف چار جگہ کیا ہے {جن کی تفصیل ملفوظات قسط سوم ص۱۱۱ پر آگئی ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے} ——— اور شور ہے کہ بخاری شریف امام ابو حنیفہؒ کی روایت سے خالی ہے حالانکہ امام شافعیؒ کی بھی تو کوئی حدیث بخاری میں نہیں۔ ایک کتاب ہے علامہ حازمی کی شروط الائمۃ الخمسہ اس پر حاشیہ ہے علامہ زاہد کوثری کا وہ حاشیہ کتاب کے مقابلہ میں بہت عمدہ ہے اور مختصر اسی مسئلہ پر ہے کہ۔

امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی احادیث بخاری میں کیوں نہیں ہیں۔

قسط سابع

ملفوظات فقیہ الامت

یعنی

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ مفتی اعظم ہند

مرتب

مسعود احمد قاسمی غفرلہ

ناظم جامعہ محمود المدارس مسوری غازی اباد

ناشر

مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

فہرست مضامین ملفوظاتِ فقیہُ الامّت قسط سابع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما یتعلق بالحدیث

ضعیف روایت سے سُنت کا اثبات

ارشاد فرمایا کہ

ضعیف روایت سے سنت کو ثابت کیا جا سکتا ہے البتہ مؤکدہ کیلئے قوی روایت چاہئے۔ پھر فرمایا کہ صاحب قاموس نے سفر السعادۃ میں ایسی بعض احادیث کا جن سے سنن ثابت ہیں، انکار فرمایا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اسکی شرح کی ہے۔ شرح سفر السعادۃ میرے پاس تھی اس کے حاشیہ پر میں نے وہ سب روایات نقل کر رکھی تھیں جن سے وہ سنن ثابت ہیں۔

دو حدیثوں میں تعارض کے دفع کی صورت

عرض۔ حدیث

کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ (یعنی میں نبی بن چکا تھا حال یہ کہ آدم علیہ السلام کا ابھی پُتلا ہی بنا تھا) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السّلام کے وجود میں آنے سے پہلے ہی آپ کو نبوت دیدی گئی تھی۔ اور سیر و تاریخ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت اس وقت ملی جبکہ آپ علیہ السّلام چالیس برس کے ہو چکے تھے دونوں میں تناقض ہے۔

ارشاد:۔ اوّلاً تو دو قضیوں میں تناقض کے تحقق کیلئے دونوں کا کیف یعنی ایجاب سلب میں مختلف ہونا ضروری ہے۔ یہاں دونوں قضیے موجبہ ہیں۔ ثانیاً باعتبار معنیٰ کے ایک کو سالبہ مان لیں تو تناقض کی شرائط وحدات ثمانیہ سے وحدت مکان مفقود ہے

کیونکہ کُنتُ نبیاً الخ عالَم بالا یا عالَم مثال سے متعلق ہے۔ اور چالیس سال پر نبوت ملنے کی روایت عالَم دنیا سے متعلق ہے۔ پس جس طرح زَیدٌ فِی الحُجرۃ اور زیدٌ فِی المسجد میں تناقض نہیں ہوسکتا اسی طرح ان دونوں قسم کی روایات میں بھی تناقض نہیں ہوسکتا۔

حاکم محدثین کی اصطلاح میں

ارشاد فرمایا کہ حاکم محدثین کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جسکو تمام احادیث موضوع، غیر موضوع حفظ یاد ہوں متناً وسنداً اور ایسے شخص پوری دنیا میں ابتک ایک ہی گذرے ہیں وہ بھی شاگرد ہیں امام ابوبکر جصاص رازیؒ کے (جو حنفی ہیں) جنکی احکام القرآن ہے تین جلدوں میں۔ قرآن پاک کی وہ آیات جو احکام سے متعلق ہیں اس میں انکی تشریح کی ہے کس آیت سے کیا کیا حکم ثابت ہوتا ہے اسکی تفصیل ہے۔ آیتِ وضو اذا قمتم إلی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم الخ سے کچھ اوپر ۲ ، مسائل مستنبط کئے ہیں۔

معتبر علم کون سا ہے

ارشاد فرمایا بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶ میں تعلیقاً روایت ہے "انما العلم بالتعلم" طبرانی نے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اسمیں الفقہ بالتفقہ کے الفاظ بھی ہیں یعنی علم نبوت وہ ہے جو سبقاً سبقاً (عالم صالح) استاذ سے پڑھکر حاصل ہو۔ والمعنیٰ لیس العلم المعتبر الا الماخوذ مِنَ الانبیاء اور ورثتہم علیٰ سبیل التعلم ۱۲ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۴)

لڑائی میں دھوکہ اور حضرت علیؓ کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے "الحرب خدعۃ" ترمذی شریف ج ۱ ص ۲۹۶ ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی میں دھوکہ دینا جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت علیؓ جہاد میں شریک تھے کفار کیطرف سے ایک شخص ان کے مقابلہ کیلئے میدان میں آیا (اس وقت اس طرح لڑائی ہوتی تھی کہ اولاً جانبین سے ایک ایک شخص کا مقابلہ ہوتا تھا پھر گھمسان کی لڑائی ہوجاتی) حضرت علیؓ نے فرمایا ایک کا

مقابلہ ایک سے ہوتا ہے دو سے نہیں۔ اس کافر نے سمجھا کہ میرے پیچھے کوئی دوسرا شخص میری مدد کیلئے آرہا ہے اس واسطے پیچھے مڑکر دیکھا تاکہ اس کو واپس کردے۔ حضرت علیؓ نے فوراً اس پر وار کرکے اس کا قصہ تمام کردیا۔

ہر نماز کے بعد تسبیح فاطمی

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ فقراء صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ حضور یہ مالدار لوگ نماز و روزہ میں تو ہمارے برابر ہیں مگر وہ صدقہ کرتے رہتے ہیں اور ہم لوگ اس سے محروم ہیں۔ اس طرح ثواب میں ہم ان سے پیچھے رہ جائیں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تسبیح فاطمی سکھلائی کہ ہر فرض نماز کے بعد پڑھا کرو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ۔ ۳۴ بار اللہ اکبر۔ وہ پڑھنے لگے۔ مالداروں نے دیکھا کہ یہ لوگ کچھ پڑھ رہے ہیں تو انھوں نے بھی وہ تسبیح شروع کردی۔ اس پر ان فقراء صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور یہ تو وہ بھی پڑھنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو کیا میں ان کو پڑھنے سے روک دوں۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ مشکوٰۃ شریف ص

حضرت عائشہؓ کے حسب مراتب اکرام کرنے پر اشکال و جواب

دریافت کیا گیا کہ حضرت عائشہؓ کے فعل سے جو مہمان کے اکرام میں فرق مراتب پر استدلال کیا جاتا ہے اس پر اشکال ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہؓ نے ایک سائل کو روٹی کا ٹکڑا عنایت فرمایا۔ دوسرے سائل کا دسترخوان پر اکرام فرمایا یہ دو وقت کا قصہ ہے اس سے ایک ہی وقت میں فرق مراتب کے مطابق اکرام کرنے پر استدلال درست نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں ایسا ہونے سے ادنیٰ مرتبہ کی دل شکنی نہیں۔ ایک ہی وقت میں آمنے سامنے ایک دسترخوان پر ایسا کرنے میں ایک کی دل شکنی ہے،

ملفوظات المجد و ... ص ۲۴۴

دل آزاری ہے۔ اس پر فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں ایک شخص نے پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو پھاندتے ہوئے آگے آنا چاہا۔ حضرت عمرؓ نے اسکو ڈانٹ دیا فرمایا وہیں بیٹھو۔ اسی مجلس میں دوسرے صاحب چپکے سے آکر مجلس کے آخر میں پیچھے بیٹھے لگے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا تو فرمایا آگے آجائیے اور لوگوں سے کہا کہ انکو راستہ دیدو۔ یہ فرق مراتب تو انکے یہاں بیٹھنے میں تھا ایک ہی مجلس میں تھا۔ ایک مرتبہ رؤسا قریش میں سے کوئی صاحب جو تاخیر سے مسلمان ہوئے تھے حضرت عمرؓ کے مکان پہنچے اندر آنیکی اجازت چاہی آپ نے اجازت نہ دی دوسرے کوئی صاحب بھی ایسے ہی پہنچے انکو بھی اجازت نہ دی۔ تیسرے صاحب بھی ایسے ہی پہنچے انکو بھی اجازت نہ دی۔ چوتھے ایک صاحب مہاجرین اولین میں سے پہنچے انکو اجازت دیدی، اندر بلالیا۔ اس پر ان تینوں نے آپس میں کہا دیکھا ہمارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا، ہماری کس طرح ذلت کی۔ بعد میں وہ حضرت عمرؓ سے ملے تو عرض کیا کہ ہم سے کسی طرح یہ ذلت دور بھی ہو سکتی ہے۔ آپ نے ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے اسکی مخالفت کی، بجد اسکی اشاعت میں رکاوٹیں ڈالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں کو خوب اذیتیں پہنچائیں اس لئے آپ کا مرتبہ ان لوگوں کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو مہاجرین اولین سے ہیں۔ اگر اسلام کی اشاعت میں اتنی ہی کوشش کرو جتنا کہ اسکی مخالفت میں کوشش کی تھی تو شاید اسکی تلافی ہو جائے

حضرت تھانویؒ کا فرق مراتب پر عمل

حضرت تھانویؒ کو اطلاع کی گئی کہ فلاں صاحب کی بیٹی گھر میں مہمان آئی ہیں حضرت نے کہلا بھیجا کہ ابھی آتا ہوں۔ پھر کسی نے کہا کہ فلاں صاحب کی بیٹی نہیں بلکہ ربیبہ (پہلے شوہر کی لڑکی) ہیں۔ حضرت نے کہلا بھیجا کہ ظہر کی نماز کے بعد آؤں گا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا فرق مراتب پر عمل

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی تعلیم کے زمانہ میں سہارنپور تشریف لائے۔ وہاں کھانا کھانے کے لئے بیٹھے اس طرح کہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے برابر میں حضرت شیخؒ اور ان کے بعد مولانا محمد یوسف صاحبؒ۔ اس دوران مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایک بوٹی ہاتھ بڑھا کر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو دی۔ شیخ نے فرمایا کہ میں کچھ دور تھا کیا مجھے کیوں مرحمت نہ فرمائی۔ اس پر مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا بھر بھائی وہ بات تو ہے ہی جو تم سمجھو (یعنی یہ بیٹا ہے تم بھتیجے ہو)

حضرت ابو طلحہؓ کا ایثار

ارشاد:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان آئے۔ آپ نے ازواج مطہرات کے پاس آدمی بھیجا کہ کچھ کھانے کو مل جائے۔ کہیں سے کچھ نہ ملا۔ سب کے یہاں سے یہی جواب ملا کہ پانی کے سوا کچھ نہیں۔ اس پر آپ نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کون ہے جو آج رات انکو اپنا مہمان بنالے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ ایک انصاری صحابی (حضرت ابو طلحہؓ) کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں انکی میزبانی کروں گا۔ چنانچہ یہ انکو لیکر گھر آئے اور بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں (پردہ کا حکم اسوقت تک نازل ہوا نہ تھا) بیوی نے بتلایا کہ اتنا کھانا ہے جو بچوں کو کفایت کر جائے اور گو اس وقت انکو حاجت نہیں مگر مہمان کو کھاتا ہوا دیکھ کر ہو سکتا ہے کہ مانگنے لگیں جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ انکو تو بہلا کر سلا دو ہم بھوکے رات گذار لیں گے اور مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر یہ ظاہر کرو کہ ہم بھی شریک طعام ہیں۔ یعنی ویسے ہی ہاتھ منھ چلاتی رہو۔ پھر جب مہمان اچھی طرح کھانا شروع کر دیں تو تم چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے سے اس کو بجھا دینا تاکہ مہمان اچھی طرح فارغ ہو کر کھالے انھوں نے ایسا ہی

کیا یہاں تک کہ مہمان آسودہ ہو گیا اور ان دونوں میاں بیوی نے بھوک کی حالت میں رات گذاردی جب صبح وہ مہمان حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت ابو طلحہ اور انکی بیوی سے رات کے قصہ سے بہت خوش ہوئے اور اس پر آیت یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ نازل فرمائی۔ وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ فاقہ ہی سے ہوں۔

ایثار در ایثار

ایک ضرورتمند کے گھر میں کہیں سے سری پہنچی۔ دوسرے گھر والے بھی ضرورتمند تھے انھوں نے انکو زیادہ ضرورتمند سمجھ کر ان کے یہاں بھیجدی۔ انھوں نے تیسرے گھر والوں کو اپنے سے زیادہ محتاج سمجھ کر ان کے یہاں بھیجدی۔ انھوں نے چوتھے گھر والوں کو اپنے سے زیادہ ضرورتمند جان کر ان کے یہاں پہنچادی۔ اسی طرح سات گھروں میں ہوا آخر میں اسی پہلے گھر میں لوٹ آئی جنھوں نے دوسرے گھر والوں کو اپنے سے زیادہ ضرورتمند سمجھ کر ترجیح دی تھی۔ ☆ حیاۃ الصحابہ مترجم بحوالہ کنز العمال ج ۲ ص ۱۸۲

روایات کی اقسام

مولانا ...... نے پوچھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی کے قتل کا الزام ابن زیاد پر ہے نہ کہ یزید پر اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟۔

فرمایا۔۔ روایات کی بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض وہ ہیں جنکو ایمانیات کے استدلال میں پیش کیا جاتا ہے۔ انکا بہت ہی قوی ہونا ضروری ہے۔ بعض وہ روایات ہیں جن سے قرآن کی تفسیر کی جاتی ہے وہ اس سے ادنیٰ ہیں۔ بعض روایات وہ ہیں جو مناقب میں بیان کی جاتی ہیں وہ اس سے بھی ادنیٰ ہیں۔ بعض روایات وہ ہیں جو تاریخ میں بیان کی جاتی ہیں وہ ان سب سے ادنیٰ ہیں یزید کا مسئلہ اسی سے متعلق ہے۔

مشکوٰۃ شریف ... بخاری و مسلم ج ۲ ص ۵۱۰ - مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۳۵، ۳۴۶

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوپی کا ثبوت

عرض

حضرت

آج کل ایک مسئلہ چلا ہے کہ بغیر ٹوپی کے نماز پڑھ لو۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی پہنی تھی؟

ارشاد :- پہنی تھی عمامہ کے ساتھ بھی اور عمامہ کے بغیر بھی۔ شرح شمائل ترمذی میں اس قسم کی روایات موجود ہیں جن سے ٹوپی کا ثبوت ملتا ہے[1]۔

زمزم میں دوسرا پانی ملانے سے اسکی برکت ختم نہیں ہوتی

عرض :- زمزم کے متعلق جو مشہور ہے کہ اس میں دوسرا پانی ملا لیا جائے تو اس صورت میں بھی اس کی وہی برکت باقی رہتی ہے اور نسائی شریف[2] کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند آدمی آئے تھے انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو سے بچا ہوا پانی عطا فرما کر فرمایا تھا کہ جب پانی تھوڑا رہ جائے تو دوسرا ملا لینا تو کیا یہ صحیح ہے ؟

ارشاد :- جی ہاں۔ انشاء اللہ اس طرح زمزم میں دوسرا پانی ملا لینے سے اس کی برکت باقی رہے گی ختم نہ ہوگی۔

---

[1] کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یلبس قلنسوۃ ذات آذان یلبسھا فی السفر وربما وضعھا بین یدیہ اذا صلے۔ واسنادہ ضعیف ولابی داؤد والمصنف فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس الخ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۱ ص ۱۶۶)

[2] سائل کی مراد نسائی شریف کی یہ روایت ہے۔ عن طلق بن علی قال خرجنا وفدا الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فبایعناہ وصلینا معہ واخبرناہ ان بارضنا بیعۃ لنا فاستوھبناہ من فضل طھورہ فدعا بماء فتوضأ وتمضمض ثم صبہ فی اداوۃ وامرنا فقال اخرجوا فاذا اتیتم ارضکم فاکسروا بیعتکم وانضحوا مکانھا بھذا الماء واتخذوھا مسجدا قلنا ان البلد بعید والحر شدید والماء ینشف فقال مدوہ من الماء فانہ لا یزیدہ الا طیبا الخ (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۱۳)

خطیب کو اذانِ ثانی کے جواب اور ضروری کلام کی اجازت کا مستدل

جمعہ کی اذانِ ثانی کا جواب دینے کے سلسلہ میں فرمایا کہ امام جواب دے جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس اذان کا جواب دیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس اذان کا جواب دیا ہے۔[1] باقی مقتدی جواب دے۔ اس لئے کہ ارشادِ نبوی ہے" اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام"[2] مگر اس میں امام کو سلام کا جواب دینے سے نہیں روکا۔ نیز حضرت عمرؓ نے دورانِ خطبہ حضرت عثمانؓ کو دیر سے آنے پر ڈانٹ دیا۔ کیوں دیر سے آئے؟ اس سے معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت امام کلام بھی کرسکتا ہے مگر مقتدی کو اس کی اجازت نہیں۔ کذا فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۵۔

شہادتِ واحد پر فیصلہ نہ کیا جائیگا فریقِ مخالف کی دلیل کا دفاع اور اپنا مستدل

ارشاد فرمایا کہ علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب الطرق الحکمیۃ فی سیاساتِ الشرعیۃ میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کی صداقت و دیانت پر اطمینان ہو تو اس ایک کی گواہی پر فیصلہ کرنا جائز ہے اور استدلال میں پیش کیا ہے کہ ایک شخص اپنے گھوڑے کو لئے ہوئے جا رہا تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ

---

[1] عن ابی امامۃ بن سھل بن حنیف قال سمعت معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ وھو جالس علی المنبر اذن المؤذن فقال اللہ اکبر اللہ اکبر فقال معاویۃ اللہ اکبر اللہ اکبر (الی قولہ) فلما ان قضی التاذین قال یا ایھا الناس انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا المجلس حین اذن المؤذن یقول ما سمعتم منی مقالتی۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۲۵)۔ [2] فتح القدیر ص ۳۶ ج ۲ بروایت مؤطا امام مالک

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھوڑے کو خرید لیا اور ثمن لانے کیلئے آگے بڑھے ابھی گھوڑا اس کے ہاتھ میں تھا، بازار سے گذر رہا تھا کسی نے کہا کہ اس گھوڑے کو بیچو گے؟ اس نے سوچا کہ زیادہ قیمت مل رہی ہے بیچ دوں۔ اسنے زور سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ اس گھوڑے کو خریدیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں تو خرید چکا اس نے کہا گواہ لاؤ! گواہ کوئی تھا نہیں۔ حضرت خزیمہ ابن ثابتؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اس گھوڑے کو خریدا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم تو وہاں تھے نہیں۔ تو کیسے گواہی دیتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمارے پاس آسمان کی خبریں لائے ہیں ہم ان پر یقین کرتے ہیں تو کیا دنیا کی ذرا سی چیز میں آپ العیاذ باللہ جھوٹ بولدیں گے ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا من شهد لهٗ خزيمة فقد كفىٰ۔ علامہ ابن قیم حنبلی ہیں۔ یہ حدیث ابو داؤد شریف میں ہے وہ بھی حنبلی ہیں ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ ساری حدیث کو دیکھو آگے حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ گھوڑا رکھا نہیں اسی کو دیدیا۔ بس پہلی بات تو یہ ہے کہ فیصلہ ہوا کہاں۔ دوسری بات یہ کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدعی تھے اور حضرت خزیمہؓ گواہ تھے مگر قاضی کون تھا؟ کوئی نہیں۔ اس لئے فیصلہ نہیں ہوا پس اس سے استدلال کرنا کیسے صحیح ہے یہ تو ہے دفاع فریق کا۔ ثبوت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تھی حضرت علیؓ نے قاضی شریح کے پاس دعویٰ پیش کیا اور گواہی میں حضرت حسنؓ اور قنبرؓ (سیبویہ کے دادا اور اپنے آزاد کردہ غلام) کو پیش کیا۔ قاضی شریح نے کہا کہ ایک گواہ اور لاؤ۔ فرمایا کس کی جگہ حسن کی جگہ یا قنبر کی جگہ۔ فرمایا حسن کی جگہ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیوں حدیث میں تو ہے الحسنُ والحسينُ سيدا شبابِ أهلِ الجنة تو کیا آپ کو انکی صداقت میں کلام ہے؟ کہا نہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر نہیں۔ اس پر یہودی نے

کہا کہ واقعی یہ زرہ حضرت علیؓ کی ہے۔ نیز کہا امیر المومنین مدعی اور قاضی ان کے ماتحت، اور گواہ ایسے جنکی صداقت پر اتفاق مگر پھر بھی اسلامی اصول سے گواہی کو رد کر دیا۔ اس سے اسلام کی حقانیت میرے قلب میں راسخ ہو گئی اس لئے میں اسلام قبول کرتا ہوں، اس کے بعد وہ زرہ حضرت علیؓ نے اسی کو دیدی، ایک گھوڑا بھی عنایت کیا، اس پر وہ یہودی پوری زندگی کیلئے آپ کا خادم بن گیا۔ (یہانتک کہ جنگ صفین میں مارا گیا) اس سے ثابت ہوا کہ ایک کی گواہی فیصلہ کیلئے کافی نہیں ہے ورنہ قاضی شریح حضرت علیؓ کے حق میں زرہ کا فیصلہ کر دیتے اور حضرت علیؓ بھی انکو یہی جواب دیتے کہ ایک کی گواہی پر فیصلہ جائز ہے تو کیوں نہیں کر دیتے۔

عرض۔ حدیث شریف — حدیث شریف کے الفاظ میں یہ نکتے نہیں

میں ہے "اذا کبّر الامام فکبّروا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مقتدی امام کی تکبیر کے بعد تسبیح پڑھتا رہے تو درست ہے حالانکہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک میں نے ایسا پڑھا ہے کہ امام جب تکبیر کا الف کہے اس کے بعد تسبیح پڑھنے کی اجازت نہیں۔

ارشاد:۔ حدیث شریف کے الفاظ میں یہ نکتے نہیں۔ امام جب اللہ اکبر کہے تو مقتدی بھی اللہ اکبر کہہ دے۔ باقی الف کو، کاف کو، عین کو نکالتے رہو۔ یہ سب چیزیں کچھ نہیں یہ لوگوں میں بیماری ہے اور جس روایت میں" اذا کبّر الامام فکبّروا" ہے اسی روایت میں" اذا قرأ فانصتوا" بھی ہے (یعنی جب امام قرارت کرے تو تم خاموش رہو) یہ مسلم شریف میں ہے مگر روایت ملنی مشکل ہے۔ ہے صحیح مگر ملنی مشکل ہے۔ خود امام مسلمؒ جب یہ روایت بیان کر کے فارغ ہوئے تو انکے تلمیذ نے پوچھا کیا اذا قرأ فانصتوا صحیح نہیں؟ فرمایا" صحیحٌ عندی" میرے نزدیک صحیح ہے۔ تلمیذ نے کہا پھر آپنے اس کتاب یعنی مسلم میں اسکو کیوں روایت نہیں کیا؟ فرمایا میں نے اسکا التزام تھوڑا کیا ہے کہ جو میرے نزدیک صحیح ہو اسکو اس کتاب میں بیان کروں۔

میں نے تو صرف انکو جمع کرنیکا التزام کیاہے جن کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے[1]

ظہر و عصر کے درمیان نہ مہمل وقت ہے نہ مشترک

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب حجاز میں حدیث بیان کررہے تھے نماز کے وقت کا بیان تھا انھوں نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ مثل واحد پر ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے اس کے بعد مثل ثانی تک وقت مہمل ہے اور مثلین کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے وہاں ایک عالم حنفی بھی بیٹھے ہوئے تھے فوراً سوال کیا اور کہا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے وقت الظهر مالم يحضر العصر[2] لفظ ما سے معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت ممتد ہے عصر تک یعنی کلمۂ ما اتصال کیلئے ہے ایک مثل سے دوسرے مثل تک وقت کو مہمل قرار دینا خلافِ اتصال ہے اسطرح آپ کا فرمان حدیث کے خلاف ہے اس پر ان عالم صاحب نے تھوڑی دیر غور و فکر کیا اس کے بعد فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ مثل واحد تک صرف ظہر کا وقت ہے اور مثل واحد سے مثلین تک ظہر و عصر کے درمیان مشترک وقت ہے اور مثلین کے بعد صرف عصر کا وقت ہوتا ہے اس پر ان حنفی عالم صاحب نے کہا کہ قرآن شریف میں ہے ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا اور اشتراک توقیت کے منافی ہے اس پر انھوں نے روایتیں پڑھنا شروع کیں۔ تو ان حنفی عالم صاحب نے کہا کہ آپ کے علم کا سمندر خوب موجیں مار رہا ہے مگر آپ کا یہ سمندر ہمارے اس سوال سے مس نہیں ہوتا۔

---

[1] فقال مسلم تريد احفظ من سليمٰن فقال له ابوبكر فحديث ابي هريرة فقال هو صحيح يعني واذا قرأ فانصتوا فقال هو عندي صحيح فقال لم لم تضعه ههنا قال ليس كل شئ عندي صحيح وضعت ههنا انما وضعت ههنا ما اجمعوا عليه (مسلم ج ا ص۱۷۴)

[2] نسائی شریف ج ا ص۱۹

ملفوظاتِ فقیہ الامت

-: قسط ثامن :-

ارشاداتِ حضرتِ اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ

جمع وترتیب

محمد نور اللہ قاسمی رائچوٹی
یکے از خدام حضرت والا زید مجدہ

ناشر

مکتبہ دار الایمان
محلہ مبارک شاہ سہارنپور

فہرست مضامین ملفوظاتِ فقیہ الامت قسطِ ثامن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما يتعلق بالحديث

براق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد فرمایا کہ اگر آپ آج ذخیرۂ احادیث کو سامنے رکھ کر کچھ ایسا انتخاب کرنا چاہیں جس سے کسی حدیث کی مخالفت لازم نہ آئے یہ آپ کیلئے بہت دشوار ہے۔ بس امام صاحب پر اعتماد کیجئے۔ انھوں نے جس طرح سے فرمادیا اس کو مان لیجئے۔ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ ایک کتاب کھولے ہوئے اپنے کمرہ میں کچھ تلاش کر رہے تھے۔ ان کے یہاں کتابیں رکھی رہتی تھیں انکو کتب بینی کا بہت ذوق تھا۔ پوچھا حضرت کیا بات ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ فرمایا وہ براق کو تلاش کر رہا ہوں جس پر سوار ہو کر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے۔ بیت المقدس جاکر اس پتھر میں انگلی دیکر اس کو سوراخ کر کے باندھا تھا۔ اس کے بعد وہ براق کہاں چلا گیا وہ نہیں ملتا اس کو تلاش کر رہا ہوں۔ یعنی بیت المقدس سے آسمانوں تک اور جنت تک اور وہاں سے واپسی مکان تک براق پر سوار ہو کر گئے یا پیدل گئے، کاہے پر گئے۔ پھر مکہ مکرمہ کو جو واپسی ہوئی براق پر ہوئی یا کس پر ہوئی وہ نہیں مل رہا ہے کہ کہاں ہے۔ بس اس طرح پریشان رہتے تھے۔

مال اندوزی سے ممانعت کی روایات کیا عام ہیں

ارشاد فرمایا کہ احادیث میں جو روپیوں کے جمع کرنیکی وعید آئی ہے انکو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام مانتے تھے اور دوسرے حضرات انکو عام نہیں مانتے تھے بلکہ مخصوص طور پر اہلِ صفہ کے حق میں مانتے تھے۔ اہلِ صُفّہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کے سامان میں سے ایک اشرفی مل گئی تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دِینَارٌ کَیَّۃٌ مِنَ النَّارِ دِینَارَانِ کَیَّتَانِ مِنَ النَّارِ (ایک اشرفی جس کے پاس ہوگی اس کو ایک داغ لگے گا آگ کا، دو ہونگی تو دو داغ لگیں گے آگ کے)۔

اس حکم کو عام صحابہ اصحابِ صفہ کے ساتھ مخصوص مانتے تھے کہ ان کو کمانے اور جمع کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک چبوترہ ان کے لئے بنا دیا گیا تھا اس پر وہ رہتے تھے اور ان کیلئے جو مطبخ اور کھانیکا انتظام تھا وہ یہ تھا کہ انصار اپنے باغوں سے کھجور کے گچھے توڑ کر لاتے اور مسجدِ نبوی میں لٹکا دیتے۔ کسی نے ایک کھالی، کسی نے دو کھالی۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف لائے تو مجمع تھا۔ ایک قاری قرآن پڑھ رہا تھا باقی سن رہے تھے۔ آکر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھ گئے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ تو کہا کہ اس طرح قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور حال یہ تھا کہ کسی کے پاس صرف ایک چادر تھی، کسی کے پاس لنگی ہے، کسی کے پاس صرف کُرتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک شخص کا ایسا حال تھا کہ اس کے پاس ستر چھپانے کیلئے ابھی پورا کپڑا نہیں تھا وہ دوسرے کے کپڑے سے اپنی ستر کو چھپائے ہوئے تھا۔ ان لوگوں کو اجازت نہیں تھی روپیہ پیسہ پاس رکھنے کی۔ عام صحابہؓ ایسا ہی سمجھتے تھے، اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ حکم سب کیلئے عام ہے۔ اسی وجہ سے انکی زبان بندی کر دی گئی تھی۔ روایت میں موجود ہے سننِ دارمی میں روایت ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ جمرۂ وسطیٰ کے پاس بیٹھے ہوئے مسئلے بتا رہے تھے۔ کسی نے

آکر کہاکہ بڑے مزے سے مسئلے بتارہے ہو تمہاری توزبان بندی ہے انھوں نے کہاکہ اگرمیری گردن پر تلوار رکھدی جائے اور مجھے یہ اندازہو کہ تلوار کے چلنے اور گردن کے کٹنے سے پہلے پہلے ایک مسئلہ بتادوں گاتو میں مسئلہ بتانیکی کوشش کروں گا، تلوار سے بچنے کی کوشش نہیں کروں گا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ شہر بدر بھی کردیئے گئے تھے۔ ایک مقام ہے ربذہ وہاں پر رہتے تھے۔ یہ اور انکی بیوی تھیں اور ایک غلام تھا۔ کسی نے ان کی خدمت میں آکر کہاکہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں ستفادہ کے لئے۔ تو کہاکہ ہمارے یہاں ایک شرط ہے (جیسے آپ کے یہاں مدارس میں داخلہ کیلئے شرط ہوتی ہے) وہ یہ کہ جب میں اپنا کوئی مال خرچ کرنے کیلئے کہوں تو ایک دم بڑھیا مال خرچ کرنا۔ ایک مرتبہ تالاب جیسا پانی تھا اس تالاب کے کنارے کچھ لوگ آکر ٹھہرے تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیجا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ کہ کتنے گھرانے ہیں (یعنی کتنی فیملی) پھر فرمایاکہ ایک اونٹ ذبح کرو اور جتنے گھر وہاں ہیں اتنے ہی اونٹ کے گوشت کے ٹکڑے کرو اور ایک ایک ٹکڑا سب کے یہاں پہنچادو اور ایک ٹکڑا ہمارے یہاں بھی دیدو۔ وہ خادم اونٹ لائے اسکو دیکھ کر حضرت ابوذر غفاریؓ کو جوش آگیا۔ ان سے فرمایاکہ تم نے وعدہ کیا تھاکہ سب سے بڑھیا مال جو ہوگا وہ لاؤں گا۔ خادم نے کہاکہ میں نے پہلے سب سے بڑھیا اونٹ ہی لیا تھا نمبر ایک والا لیکن مجھے خیال آیاکہ یہ آپ کے سفر کا ہے اور یہ مضبوط ہے۔ یہ دوسرا بھی گیا گذرا نہیں ہے کمزور نہیں ہے لیکن اس سے نمبر دو کا ہے اس واسطے میں یہ لایا ہوں تو فرمایاکہ دیکھو جی میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن کہ کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ میری ضرورت دنیا میں ہے ہی نہیں (احقر راقم الحروف سے فرمایاکہ سمجھ میں آگیا) میری ضرورت کا دن تو آخرت کا دن ہے دنیا میں ہے ہی نہیں۔ لہٰذا تم کیا اسکو برداشت کرلوگے کہ دنیا میں میری ضرورت کا دن ہے ہی نہیں کیا اسکو عام مانوگے۔

حضرت ابوذرؓ کی وفات

اور جب بیمار ہوئے اور اندیشہ ہوا کہ انتقال ہو جائے گا بیوی کو پریشانی ہوگی تو کہا کہ دیکھو میرا جب انتقال ہو جائے تو یہاں باہر کھڑی ہو جانا۔ اِدھر سے ایک قافلہ آئیگا اشارہ کرکے اس قافلہ کو روک لینا اور کہنا کہ ابوذرؓ کا انتقال ہو گیا ہے انکی تجہیز و تکفین کرکے جاؤ اور راستے وہ قافلہ میری تجہیز و تدفین کرے یہ بکری کا بچہ ہے اسکو ذبح کر دینا اور اس کا شوربا بنا دینا، یہ اناج پیس کر روٹی بنا لینا۔ جب وہ لوگ میری تجہیز و تدفین سے فارغ ہو جائیں تو کہنا کہ ابوذر کی وصیت ہے کہ کھانا کھا کے جاؤ۔ اور وہ وقت ایسا تھا کہ قافلوں کی آمد و رفت تقریباً بند ہو چکی تھی حج کا زمانہ بالکل قریب آگیا تھا جو آنے والے تھے آچکے تھے لیکن امیر المؤمنین کا حکم پہنچا تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس کہ حج کے موقع پر مجھ سے آکر ملاقات کرو۔ اسلئے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آرہے تھے اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے تیز چلے آرہے تھے چونکہ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا تھا کہ قافلہ اِدھر سے آئیگا۔ اہلیہ کھڑی ہو گئی تھیں۔ جب دور سے اس کا اندازہ ہوا کہ قافلہ آرہا ہے تو اشارہ کرکے روکا وہ رُک گئے۔ اہلیہ نے کہا کہ ابوذرؓ کا انتقال ہو گیا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ ابوذر تم اکیلے مروگے کہ وہاں پر کوئی ہوگا ہی نہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کو پیسے سے عداوت تھی۔ اسلام لانے کے بعد عداوت کا رخ بدل گیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے تو جس شخص کے پاس پیسے دیکھتے تھے اس سے چھین لیتے تھے، اس کو مار ڈالتے تھے۔ عداوت کا سبب یہ ہوتا تھا کہ پیسہ اس کے پاس کیوں ہے میرے پاس کیوں نہیں۔ اور اسلام قبول کرنیکے بعد عداوت کا رخ ایسا بدلا کہ اگر کسی کے جیب میں روپیہ ہے تو فرماتے تھے کہ خدا کے راستہ میں صدقہ کیوں نہیں کرتا۔

نزع کی تکلیف کیا گناہ کیوجہ سے ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو خود بھی اللہ تعلےٰ کے یہاں جانیکی تمنا تھی تکلیف کا ہونا اور چیز ہے ۔

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرطِ اول درقدم آنست کہ مجنوں باشی

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کو نزع کی تکلیف زیادہ ہوتی تھی تو میں سمجھا کرتی تھی کہ یہ زیادہ گنہگار ہے لیکن جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کو دیکھا تو یہ خیال نکل گیا کہ یہ تکلیف گناہ کیوجہ سے نہیں بلکہ اس میں کوئی اور نکتہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل" یہ کیا چیز ہے حضرت ابراھیم علیہ السلام پر کتنی آزمائشیں آئیں، اولاد اور بیوی کو چٹیل میدان میں چھوڑ کر آنیکا حکم ہوا پھر بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا ان کی ساری زندگی اسی میں گذری۔ تکلیف کا حال تو مختلف ہے ہر ایک کو تکلیف ہوتی بھی نہیں بعضوں میں تکلیف کو برداشت کرنیکا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں گنگوہ میں مولوی منظور صاحب تھے وہ موٹر میں بیٹھے تھے اور ہاتھ باہر لٹکا رکھا تھا دوسری طرف سے بس آئی اُن کے ہاتھ کو کچل دیا۔ ہسپتال میں داخل کئے گئے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جائے گا آپ کو بیہوش کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ بیہوش کرنیکی کیا ضرورت ہے۔ تو اپنا کام کر۔ اچھے خاصے بیٹھے رہے، بیہوش نہیں کیا ان کا ہاتھ کاٹا یہ عالمِ تکلیف ہے۔ آپ تکلیف کے اسباب پوچھنے کے مکلف نہیں ہیں کہ کس بات کے ماتحت تکلیف ہوئی۔

حضراتِ صحابہؓ کی شان میں گستاخی کا نتیجہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت سعد

ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے وہ مستجاب الدعوات تھے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمادی تھی کہ اے اللہ انکی ہر دعا قبول فرما۔ ایک مجلس میں کچھ اصحاب تبصرہ، اصحاب تنقید بیٹھے ہوئے تھے جو حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی لڑائیوں پر تبصرہ کر رہے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہاکہ بھائی انکو بُرامت کہو کیونکہ یہ اچھے لوگ ہیں اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونیکی بشارت دی ہے۔ ایک شخص جو بہت زور شور سے بول رہا تھا۔ اس نے پھر کہا حضرت سعد بن ابی وقاص نے پھر منع کیا پھر اس نے بولنا شروع کیا۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ نے فرمایاکہ اچھا اب میں بد دعا کرتا ہوں۔ ہاتھ اٹھاکر انھوں نے کہاکہ یا اللہ یہ تیرے مخلص بندے جن کے متعلق تیرے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونیکی بشارت دی ان کو یہ شخص بُرا کہہ رہاہے۔ اگر واقعی یہ تیرے بندے تیری بارگاہ میں مقبول ہیں تو اس پر ایسا عذاب مسلط فرماکہ جو دیکھنے والوں کیلئے عبرت بن جائے۔ سامنے اونٹوں کی قطار جارہی تھی اس میں ایک اونٹ بگڑا ہے وہ اونٹ قطار میں سے نکل کر آیا ادھر اُدھر دیکھا پھر اس شخص کو پکڑا ہے اور اس کی کھوپڑی چباگیا اور چباکر اس کو ختم کرکے پھر قطار میں جاکے مل گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی معیشت

ان کی معیشت کا یہ حال تھاکہ ایک جگہ چلے جارہے تھے راستہ میں کسی شخص نے اپنے گھر میں سے کباڑ پھینکا۔ اُس میں ایک چمڑے کا ٹکڑا بھی تھا جو پُرانا اور گلا سڑا تھا انھوں نے آگے بڑھ کر اس کو اٹھالیا اور کہاکہ الحمدللہ اس میں تین روز کا توانتظام ہوگیا۔ اس کو دھوکر سکھا کر جلایا ہے اور اس کی راکھ بنائی اور اس کو تین روز کی خوراک بنایا۔

شیعوں کی تدلیس اور تراویح کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی فتاویٰ عزیزی میں لکھا ہے کہ تروایح نام کی کوئی عبادت اسلام میں نہیں اگرچہ ہم اس کی تاویل کرتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی کتابیں شیعوں کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔ انھوں نے ان کتابوں میں بہت تدلیس کی ہے۔ چونکہ شیعوں کے نزدیک تراویح نہیں ہے۔ یہ بھی اسی تدلیس میں سے ہے۔ مسلمان چاہے اس میں اختلاف کرتے ہوں کہ تین رات تروایح ثابت ہے پھر آٹھ رکعت ہیں یا بیس یا چھتیس لیکن نفس تراویح کے سب قائل ہیں شیعوں کے علاوہ کہ وہ لوگ اس کے قائل نہیں۔ یہ بیس رکعت تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے ہے انھوں نے تراویح کا اہتمام فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ساڑھے چار ہزار مساجد تعمیر کرائی ہیں اور نوسو جامع مسجد بنوائیں۔ اس کا اہتمام فرمایا کہ ہر مسجد میں تراویح میں قرآن پاک ختم کیا جائے۔ جمع قرآن کے پہلے محرک حضرت عمرؓ ہی ہیں۔ جنگ یمامہ ہوئی اس میں حفاظ اور قاریوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے آکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ قرآن پاک ایک جگہ پر جمع کرادیں۔ کچھ کسی کے پاس لکھا ہوا ہے کچھ کسی کے پاس لکھا ہوا ہے اور قرآن پاک سب یکجا نہیں۔ اگر ایسے ہی ایک دو جنگ ہو جائیں اور بقیہ حفاظ بھی ختم ہو گئے تو مشکل پیش آئے گی۔ ایران کو فتح کرنیوالے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی ہیں۔ اُن ہی کے زمانہ میں ایران فتح ہوا تھا۔ بس ایرانیوں کو حضرت عمرؓ سے جتنی عداوت ہو کم ہے چونکہ ایرانی پہلے آتش پرست تھے۔ جسوقت جہاد ہوا اور ایران کو فتح کیا گیا اس کے بعد پھر انکی تربیت کی نوبت نہیں آئی۔ بس اُدھ کچرے ہی رہے۔ نہ تو عربیتم نہ فارسیتم نہ ترکیتم۔ یہ بھی ہے کہ عرب سے جو اقرب ترین علاقہ ہے فارس کا ہی ہے۔ قاتلوا الّذین یلونکم من الکفار۔ یلونکم کے مصداق تو وہی فارسی ہیں۔ اُولی باْس

شدیدا تقاتلونھم او یسلمون ۔ اس آیت کے مصداق بھی وہی ہیں ۔

چند احادیث میں تطبیق

ارشاد فرمایا کہ جب آپ فجر میں مسجد ایسے وقت پہنچے جبکہ جماعت شروع ہو چکی تھی تو ایک صاحب تو جماعت میں جا کر شریک ہو گئے ۔ ایک صاحب نے باہر کھڑے ہو کر دو رکعت سنت پڑھ لی ۔ جو شریک ہو گئے وہ نماز کے بعد وہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا کچھ بلند ہو گیا اس وقت انھوں نے سنتیں پڑھی ۔ اسواسطے کہ اگر ایسی حالت میں وہ فجر کی سنتیں پڑھتا ہے تو حدیث شریف میں ہے کہ اذا اُقیمتِ الصّلوٰۃ فلاصلوٰۃ الّا المکتوبۃ ۔ اس کے خلاف لازم آتا ہے ۔ اگر نہیں پڑھتا تو حدیث میں ہے کہ لا تدعوھما و لو طردتکم الخیل اس کے خلاف لازم آتا ہے ۔ اور اگر اس وقت امام کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے اور امام کے سلام کے بعد پھر پڑھتا ہے تو حدیث میں ہے کہ اذا طلع الفجر فلاصلوٰۃ الا المکتوبۃ اس کے خلاف لازم آتا ہے ۔ اسواسطے ان سب کو جمع کرنے کی امام ابو حنیفہؒ نے یہ صورت تجویز فرمائی کہ دو رکعت سنت پڑھکر امام کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے تو گنجائش ہے کہ وہ ایسا ہی کرلے ۔ اور اگر شریک نہیں ہو سکتا اور جماعت نہیں مل سکتی تو امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور پھر طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے ۔

ملفوظات فقیہ الامت
قسط تاسع ۹

یعنی

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ

مرتب

محمد رحمت اللہ کشمیری
مہتمم دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

ناشر

مکتبہ دار الایمان
محلہ مبارک شاہ سہارنپور

فہرست مضامین ملفوظاتِ فقیہ الامت قسط تاسع

مَا يَتَعَلَّقُ بِالْحَدِيث

اجتماعی اعتکاف

سَائِل :- اجتماعی اعتکاف کا دستور کب ہوا ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے اس کو جاری کیا ہے اور یہ نئی بدعت ہے۔ کیا یہ حدیث سے بھی ثابت ہے؟

حضرت :- اجتماعی اعتکاف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے چلا۔ بخاری کی روایت میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے ساتھ پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا وہ دوسرے عشرہ میں بھی میرے ساتھ اعتکاف کریں پھر اسی طرح تیسرے عشرہ میں بھی فرمایا اور پورے مہینہ کا اعتکاف بھی کیا لیلۃ القدر کی تلاش میں۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے نقل کیا کہ انھوں نے اعتکاف کیا اور بڑی جماعت نے اعتکاف کیا۔ بہت فیض اس سے ہوا۔ ملفوظاتِ شاہ ولی اللہ میں یہ موجود ہے۔

تھانہ بھون میں حضرت تھانویؒ اعتکاف کرتے تھے اور متعدد حضرات ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت تھانویؒ کی حیات میں خواجہ عزیز حسن مجذوبؒ کے نام حضرت شیخ محدثؒ نے خط لکھا تھا۔ جواب انھوں کے ہنس سے حرب ہے خوبخوب

اتنی دور سے تھانہ بھون اعتکاف کرنے آئے تھے۔

سہارنپور میں مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اعتکاف کرتے تھے اور بھی متعدد حضرات وہاں ہوتے تھے۔

یہاں رمضان میں اعتکاف ہوا، بعض طلبہ اعتکاف میں تھے۔ ان کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ ہماری تمہاری ملاقات حوضِ کوثر پر ہوگی۔

بیت اللہ پر غلاف

سائل:۔ خانۂ کعبہ پر سب سے پہلا غلاف کس نے چڑھایا اور کب چڑھایا؟

حضرت:۔ فتح الباری شرح بخاری میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

حدیث شریف میں ٹوپی اور عمامہ

سائل:۔ بعض حضرات ٹوپی اوڑھنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں ٹوپی اور عمامہ دونوں ہونے چاہئیں ورنہ کوئی بھی نہیں؟

حضرت:۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے، بلکہ ترمذی میں بھی ہے۔

فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔ | ہمارے اور مشرکین کی ہیئت کے درمیان ٹوپیوں پر عمامہ باندھنا ہے۔

قلانس کے لفظ سے نفس ٹوپی کا ثبوت تو ہو گیا لیکن اس روایت میں محدثین کا کلام ہے۔ امام ترمذیؒ نے کہا ہے اِسْنَادُہٗ لیس بقائم۔ امام ترمذیؒ نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ البتہ شمائل ترمذی کی شرح جمع الوسائل میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تینوں طریقے ثابت ہیں۔ (۱) صرف ٹوپی (۲) صرف عمامہ سے نماز پڑھنا (۳) ٹوپی پر عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا۔ ان تینوں طریقوں سے ثابت ہے۔

مستحب یہ ہے کہ ٹوپی کے اوپر عمامہ ہو۔ اس طریقہ پر نماز پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن بغیر ٹوپی کے عمامہ، اور بغیر عمامہ کے ٹوپی یہ بھی درست ہے۔ البتہ ایسا کرنا جس سے معلوم ہوتا ہو کہ نماز کے لئے اس کی کوئی اہمیت مقصود نہیں۔ یہ غلط طریقہ ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی ؒ تحریر لکھا ہے کہ اس باب میں میں نے بہت تلاش کیا مگر کہیں کچھ نہیں ملا البتہ ایک چیز اپنے والد صاحب کی تحریر میں ملی۔ وہ یہ کہ جو شخص عمامہ کا اتنا اہتمام کرتا ہو کہ احباب کی مجلس میں بھی بغیر عمامہ کے نہ جاتا ہو، کسی معزز مجلس میں بھی بغیر عمامہ نہ بیٹھتا ہو ایسے شخص کو بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا اور پڑھانا دونوں مکروہ ہیں۔ چونکہ اس کے لئے بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا "ثیاب مھنة" میں داخل ہو گیا۔

ہمارے ایک عزیز تھے مولانا فیض الحسن صاحب گنگوہی ؒ۔ جنھوں نے اصول الشاشی پر بھی حاشیہ لکھا ہے، مسلم الثبوت، حسامی، رشیدیہ وغیرہ پر بھی ان کے حواشی چھپے ہوئے ہیں۔ وہ رمضان کے مہینے میں باوجودیکہ سخت ترین گرمی کا موسم ہوتا کپڑے سارے پسینے میں شرابور ہو جاتے لیکن شیروانی میں نماز پڑھا کرتے تھے، تراویح پڑھاتے تھے۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں اس کی ضرورت کیا ہے؟ بغیر شیروانی کے نماز پڑھا دیا کیجئے! تو فرمایا۔ میں دوستوں سے بغیر شیروانی کے نہیں ملتا تو اللہ کے سامنے بغیر شیروانی کے کیسے کھڑا ہوں گا۔

سائل:۔ عمامہ کی لمبائی کتنی منقول ہے؟

حضرت:۔ یہ بھی جمع الوسائل میں ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے ایک صغریٰ، ایک کبریٰ۔ ایک چھ ذراع کا تھا، اور ایک بارہ ذراع کا تھا۔

کیا رومال سے عمامہ کی سُنت ادا ہو جائیگی؟

سائل:۔ عام طور پر لوگ رومال اوڑھ لیتے ہیں۔ کیا اس سے عمامہ کی سنت ادا ہو جائیگی؟

حضرت :- اس سے اوڑھنی کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

اجتماعی دُعا

سائل :- نماز کے بعد اجتماعی دعا ثابت ہے ؟

حضرت :- حدیث میں ہر نماز کے بعد دعا کا مقبول ہونا وارد ہوا ہے۔ فرض نماز پڑھی، ہر ایک چاہتا ہے کہ میری دعا قبول ہو تو ہر کوئی دعا کرنے لگتا ہے یہ غیر اختیاری اجتماع ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص فرض نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ کو حیاء معلوم ہوتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی واپس کرے۔ اور ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میری دعا قبول ہو۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کرے گا تو قدرتی طور پر اجتماع ہو گا۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اہتمام نہیں کرایا۔

مفتی شفیع صاحبؒ نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ اجتماعیت درست ہے۔

ہر نماز کے بعد پڑھنے کی دعا "عمل الیوم واللیلۃ" میں ہے جو حافظ ابن السنیؒ کی تصنیف ہے۔ اس میں یہ حدیث بھی موجود ہے اور دعا کے الفاظ بھی۔

مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھ ہلانا

مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھ کو جو ہلاتے ہیں اس طرف اشارہ ہے کہ گناہ جھڑ رہے ہیں اسی لئے یغفر اللہ لنا ولکم بھی پڑھتے ہیں

اگرچہ حدیث شریف سے اس کے پڑھنے کا ثبوت نہیں (قسط خامس ص۱۴۲)

معانقہ کے وقت دعا

س :- معانقہ کے وقت کی دعا ؟

ج :- میرے علم میں نہیں۔

خیبر کی فتح کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض وہ اعزہ آئے جو حبشہ کیطرف ہجرت کر گئے تھے۔ حضرت زبیر، حضرت جعفر رضی اللہ عنہما وغیرہ اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا اور یہ فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفر کے آنے کی مسرت زیادہ ہے یا خیبر کے فتح کی مسرت زیادہ ہے۔

باریک کپڑا پہننا

س :- کیا پتلا یا باریک کپڑا نہیں پہننا چاہیے؟ من رق ثوبہ رق دینہ اس کی اصل کیا ہے؟

ج :- یہ میرے علم میں نہیں۔ لیکن باریک کپڑا پہننا جس سے بدن جھلملاتا ہو ایسا واقعی نہیں پہننا چاہیئے۔ رُبَّ کاسیاتٍ عاریات کتنی عورتیں ایسی ہیں جو کپڑا پہننے کے باوجود برہنہ ہیں ننگی ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ایسا باریک کپڑا پہنتی ہیں کہ جس سے بدن نظر آتا ہے۔

س :- یہ تو عورت کے لئے ہے ؟

ج :- کوئی حصہ مرد کیلئے بھی ایسا ہے جس کا چھپانا ضروری ہے۔ اگر اس پر وہ باریک کپڑا پہنا وہ بھی اسی میں داخل ہے۔ ورنہ تو ایک لنگی سے بھی کام چل سکتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بکثرت لنگی باندھتے اور چادر اوڑھتے۔ حتیٰ ظہر بیاض ابطیہ آیا ہے کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی۔ معلوم ہوا کرتا نہیں تھا صرف چادر تھی۔

لقمہ نگلنے کیوقت الحمدللہ

س :- لقمہ کھانے سے پہلے بسم اللہ نگلنے کے بعد الحمد للہ۔ اسکی کیا اصل ہے؟

ج کھانے کے بعد حدیث سے یہ ثابت ہے۔ اس کو پڑھنا چاہئے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَنِیْئًا مَرِیْئًا۔ اُس وقت بھی الحمد للہ ہے جب وہ لقمہ نکلے (یعنی قضائے حاجت سے فارغ ہو)

۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

لفظ احماض کی تشریح

س :۔ لفظِ احماض سے کیا مراد ہے ؟

ج :۔ سہارن پور میں مدرسہ مظاہر علوم میں جلسہ کیا۔ اس میں مہتمم صاحب (قاری محمد طیب صاحبؒ) نے تقریر فرمائی۔ اسکے بعد مولانا مدنیؒ کا نمبر آیا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ میری تقریر احماض ہے۔ احماض کیا ؟ اونٹ کو میٹھی گھاس کھلاتے کھلاتے جب وہ اکتا جاتا ہے تو اس کو ترش گھاس کھلاتے ہیں۔ پھر وہ میٹھی گھاس کھاتا ہے۔ اسکو احماض کہتے ہیں۔

حضرت مہتمم صاحبؒ نے سنایا تھا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ۔ کہ جب بیت المقدس کو فتح کرنے کے لئے مسلمان پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ اپنے امیر کو بلالو۔ ہم ان کو دیکھیں گے کیا وہ ایسے ہیں جو ہماری کتابوں میں لکھا ہے چنانچہ امیر المؤمنین کو اطلاع کی گئی۔ وہ اونٹ پر سوار ہو کر چلے۔ اونٹ کی باگ (لگام) غلام کے ہاتھ میں تھی، ایک منزل چل کر امیر المومنین اتر گئے اور غلام کو سوار کرایا، باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اسی طرح منزل بہ منزل باری بدلتے

رہے یہانتک کہ قریب پہنچ گئے، یہاں لشکر کے ذمہ دار آکر امیر المؤمنین سے ملے۔ اسوقت امیر المؤمنین باگ لئے ہوئے تھے اور غلام سوار۔ امیر المؤمنین سے کہا گیا آپ اونٹ پر سوار ہوجائیے۔ آپ نے کہا کہ یہ تو غلام کے سوار ہونے کی ہی باری ہے۔ لہٰذا یہ سوار ہو کر اور میں نکیل پکڑ کر چلوں گا۔ اور جو کرتا امیر المؤمنین پہنے ہوئے تھے اس پر سترہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا کہ یہ کرتا اتار دیجئے دوسرا کرتا پہن لیجئے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا اگر کوئی اور ایسا کہتا تو میں اس کو سزا دیتا۔ ہماری عزت کپڑوں سے نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہے۔

یہ قصہ سنایا تھا مولانا طیب صاحبؒ نے پھر مولانا مدنیؒ کا نمبر آیا تقریر کا انھوں نے منبر پر چڑھتے ہوئے فرمایا امیر المومنین اتر آئے ہیں اب غلام کی باری آئی۔

استفادہ کے ظاہری موانع

سوال:۔ استفادہ میں کیا چیز رکاوٹ بنتی ہے؟ نفع کب پہنچتا ہے؟

حضرت نے فرمایا:۔ حکم ہوا ہے "وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا"۔

علم کی تحصیل کا حکم ہے۔ مسندِ نبوت پر فائز ہونے کے باوجود، سب سے افضل ہونے کے باوجود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا "قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (اور کہدیجئے اے رب میرا علم زیادہ کیجئے)، تو علم کی زیادتی کی دعا کی۔

علم کی دو قسمیں ہیں (۱) علمِ نافع (۲) علم غیر نافع۔ علم نافع کیلئے دعا کی گئی ہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا	اے اللہ میں تجھ سے علم نافع کا سوال کرتا ہوں۔

اور علم غیر نافع سے پناہ چاہی گئی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ	اے اللہ میں تجھ سے اس علم سے نجات چاہتا ہوں جو غیر نافع ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ علم نافع کب ہوتا ہے؟ تو علم نافع تب ہوتا ہے جب یہ چیزیں پائی جائیں (۱) فہم صحیح ہو (۲) اس پر یقین کامل ہو (۳) اس پر عمل کرنے کے لئے عزم قوی ہو (۴) رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے مجاہدۂ قاہرہ ہو۔

ہمارے یہاں فہم صحیح کے لئے کوشش کی جاتی ہے، آٹھ نو سال لگائے جاتے ہیں کتابیں دیکھتے ہیں حاشیہ دیکھتے ہیں شرح دیکھتے ہیں

لیکن یقین کامل کیلئے کوشش نہیں کی جاتی۔ یقینِ کامل کہاں سے حاصل ہوگا؟ وہ نہ حاشیہ میں کہیں ہوتا ہے نہ شرح میں ہوتا ہے۔ یہ دل میں ہوتا ہے۔ اہلِ دل کے پاس جائیں تو دل میں یقینِ کامل پیدا ہوتا ہے۔

پھر فہمِ صحیح کیلئے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) غباوت نہ ہو (۲) غوایت نہ ہو۔ غباوت کم فہمی کو کہتے ہیں۔ غوایت کج فہمی کو کہتے ہیں۔ غرض کم فہمی بھی نہ ہو اور کج فہمی بھی نہ ہو۔

جتنے فرقے اسلام کا نام لینے والوں میں پیدا ہوئے ہیں عام طور پر اس کا سبب دو ہی ہوئے ہیں۔ ایک غباوت، دوسرا غوایت۔ پھر غباوت کا علاج آسان ہے لیکن غوایت کا علاج مشکل ہے۔ غباوت یعنی کم فہمی، اس کا علاج یہ ہے کہ پوری پوری بات سمجھا دی جائے۔ اور غوایت یعنی کج فہمی ٹیڑھی سمجھ، بات کچھ کہی جاتی ہے نتیجہ کچھ اور نکلتا ہے۔ اس کا علاج دشوار ہے۔

کج فہمی کی مثال

حضرت مولانا تھانویؒ کے یہاں کچھ لوگ گئے اور کہا کہ ہم نے سٹّہ (جوے کی ایک قسم) لگایا ہے ہمارا نمبر نکلے گا یا نہیں؟ کیا مولانا ان باتوں کے لئے تھے کہ یہ نمبر بتائیں گے؟ بہرحال مولانا نے فرمایا: کون ہیں یہ لوگ؟ نکالو ان کو، باہر کردو۔

وہ لوگ کہنے لگے، دیکھو انھوں نے کہا نکالو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا نمبر (جو کہیں) نکلے گا۔ یہ ہے ٹیڑھی سمجھ، یہ ہے مقصد کے خلاف محمول کرنا کہ حضرت نے ناراض ہوکر انکو ہی نکال باہر کرنیکا حکم دیا۔ انھوں نے مطلب نکالا کہ نمبر نکلے گا۔ استغفراللہ

کم فہمی کی مثال

ایک محدث جس وقت بھی قضائے حاجت کے لئے جاتے اور فارغ ہوکر آتے تو وتر کی نماز پڑھتے تھے۔ دن رات میں کئی مرتبہ وتر کی نماز پڑھتے۔ ان سے پوچھا گیا تو بتایا کہ حدیث میں ہے "مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ" جو شخص استنجا کرے وہ وتر پڑھے۔ فلیوتر کا ترجمہ وتر پڑھنے کا کیا۔ حالانکہ مطلب وتر پڑھنا نہیں۔ ان سے بتایا گیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وتر (طاق) ڈھیلے استعمال کرے۔

غرض استفادہ سے جو چیزیں مانع ہیں وہ یہی دو چیزیں ہیں۔ (۱) کم فہمی (۲) کج فہمی۔ ان سے بچنا چاہئے۔

استفادہ کے باطنی موانع

سوال:- استفادہ کے ظاہری موانع تو معلوم ہوگئے، کیا باطنی موانع بھی ہیں؟

حضرت نے فرمایا:- باطنی مانع یقین کامل کا نہ ہونا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک سانپ ہے، جو کاٹ لیتا ہے اسکا زہر چڑھ جاتا ہے اور آدمی مرجاتا ہے۔ ایک شخص کو یقین نہیں ہے کہ یہ کاٹ لے گا وہ اس کو پکڑ لیتا ہے، وہ اس کو کاٹ لیتا ہے۔ یہ نقصان کہاں سے پیدا ہوا؟ یقین کے نہ ہونے سے۔

سائل:- ایک شخص کو یقین تو ہے لیکن نقصان سے بچنے کی ہمت نہیں، گناہ چھوڑ نہیں پاتا۔ کیا کرے؟

جواب:- اس کے لئے مجاہدہ قاہرہ کی ضرورت ہے اور عزم قوی چاہئے بغیر مجاہدۂ قاہرہ کے ہمت پیدا نہیں ہوتی۔

سَائِل :۔ مجاہدہ کی صورت کیا ہوتی ہے؟

جواب :۔ مثلاً نفس کہتا ہے کہ پڑا سوتا رہ، سو جا۔ خدا کا مؤذن کہتا ہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ نماز کے لئے چل۔ تو اب مجاہدہ کیا ہے؟ بس جو طبیعت کا تقاضا ہے اس کو دبا دینا۔ اس تقاضے کے خلاف اللہ کے حکم کو پورا کرنا۔ یہ مجاہدہ ہے۔

فیض سے محرومی

سَائِل :۔ کیا مرید شیخ کے فیض سے محروم بھی ہوتا ہے؟

جواب :۔ جی ہاں۔

سَائِل :۔ کیا چیز محرومی کا باعث بنتی ہے؟

جواب :۔ عقیدت و محبت میں نقص۔ عقیدت و محبت مرید کے دل میں نہ ہو تو شیخ کے فیض سے محروم رہے گا۔

مسلمان کا جھوٹا

سوال :۔ کیا مسلمان کے جھوٹے میں شفاء ہے؟ اور ہندو کا جھوٹا پاک ہے؟

جواب :۔ سور المؤمن شفاء کو موضوعات میں شمار کیا ہے ملا علی قاریؒ نے اور لکھا ہے کہ یہ لفظاً موضوع ہے معنیً صحیح ہے۔ اس کا مفہوم دوسرے ذریعہ سے ثابت ہے۔ غیر مسلم نے اگر تازی تازی شراب نہ پی ہو اور منہ میں اور کوئی چیز ناپاک نہ ہو تو اس کا سئور نجس نہیں۔ یہ فقہ میں موجود ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا طمانچہ

سوال :۔ موسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں مَلک الموت کو طمانچہ مارنا اس کی آنکھ کا نکلنا کیا یہ صحیح ہے؟

جواب :۔ ہاں یہ بخاری شریف میں موجود ہے اور ان کا طمانچہ معمولی طمانچہ تھوڑا ہی تھا۔ وہ تو نبی کا طمانچہ تھا۔ موسوی طمانچہ تھا۔

حفاظت و کتابتِ حدیث

اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو جو دین عطا فرمایا اس کے متعلق ارشاد فرمایا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔

جس دین کو اللہ تعالیٰ کامل کر دیں اس کے کمال میں کیا قصور ہو سکتا ہے اسی لئے اس امت نے اس دین کی پوری پوری حفاظت کی۔ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے جتنے الفاظ نکلے سب کو محفوظ کیا، اعمال جتنے آپ سے صادر ہوئے ان سب کو بھی محفوظ کیا۔ دورِ اول میں احادیث کی حفاظت کیلئے یہ شکل نہیں تھی کہ کتابیں لکھی جائیں جس طرح سے آپ کے سامنے لکھی ہوئی ہیں کہ ان میں ابواب ہیں، فصول ہیں یہ کچھ نہیں تھا۔ بلکہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوا اس کو جمع کیا۔ بعض لکھتے بھی تھے اور بعض صرف زبانی یاد کرتے تھے اور جمع بھی اس طریقہ سے کیا کہ کوئی چیز باقی نہ رہے۔

صحابہؓ کا حدیث کو پھیلانا

حضرت تمیم داریؓ ہفتے میں ایک مرتبہ کھڑے ہو کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو مسجدِ نبوی میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں رُمانہ منبر پر ہاتھ رکھکر بیان فرمایا کرتے تھے سمعتُ صاحبَ ھٰذا القبر صلی اللّٰہُ علیہ وسلم کان یقول کذا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے مکان پر ہفتے میں ایک مرتبہ اجتماع کرتے تھے۔ اس طرح اُن حضرات نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو پھیلایا، خوب پھیلایا۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کوفہ کے گورنر تھے وہاں سے حضرت عمرؓ کو لکھتے ہیں کہ یہاں عبداللہ ابن مسعودؓ کو بھیج دیجئے ان کی ضرورت ہے۔ حضرت عمرؓ جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ایسے شخص ہیں جن کے علم کا میں

خود محتاج ہوں میں ان کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتا لیکن آپ کو اپنے اوپر ترجیح وفضیلت دے کر بھیج رہا ہوں چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ڈیڑھ ہزار طلبہ کی جماعت اپنے ساتھ لیکر گئے، انھوں نے وہاں جاکر احادیث کو بیان کرنا اور سنانا شروع کیا۔ کوئی کسی مسجد میں بیٹھ گیا کوئی کسی میدان میں کوئی کسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور احادیث بیان کرتے رہے۔

محدثین کی احادیث پر محنت

امام طبرانیؒ نے اپنی دو ثلث عمر احادیث کے حاصل کرنے میں صرف کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس دین کو محفوظ فرمایا۔ طریقہ ان کا یہ تھا کہ ایک محدث نے احادیث بیان کرنا شروع کی حاضرین اور سامعین سن رہے ہیں لکھ رہے ہیں۔ اس سے بحث نہیں کہ کون سے باب کی حدیث ہے، کون سی قسم کی حدیث ہے بلکہ جو کچھ سامنے آتا ہے اس کو لکھ لیتے ہیں۔ ان حضرات کا بڑا احسان ہے جنھوں نے اتنی محنت کرکے تمام حدیثیں جمع کردیں۔

اس کے بعد کچھ اور محنت شروع ہوئی، ابواب متعین کئے گئے فلاں باب فلاں باب۔ تاکہ اس کے مناسب احادیث ایک جگہ جمع کی جائیں۔ اس طریقہ پر جمع ہوئیں یہاں تک کہ یہ آپ کی صحاح ستہ کا زمانہ آگیا تو اور زیادہ تحقیق سامنے رکھی گئی۔ امام ترمذیؒ نے علوم حدیث کو سب سے زیادہ جمع کیا۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ باب منعقد کرتے ہیں وہ بمنزلہ دعویٰ کے ہوتا ہے، اس کے ذیل میں حدیث لاتے ہیں بمنزلہ دلیل کے، جو اس کے موافق ومطابق ہوتی ہے۔ اور اسی ایک پر قناعت نہیں کرتے بلکہ یہ بھی بیان کرتے ہیں عن فلان عن فلان اس باب میں فلاں فلاں صحابی کی حدیث مروی ہے منقول ہے۔ چاہے وہ احادیث اس درجہ کی نہ بھی ہوں لیکن آپ کو اس کا پتہ بتلا دیتے

ہیں کہ فلاں فلاں صحابی سے اس باب میں حدیث منقول ہے اور اس حدیث سے اس مسئلے میں جو کچھ ائمہ مجتہدین کے اختلافات ہیں انکو بھی بتلا دیتے ہیں کہ فلاں امام صاحب کا اس بارے میں یہ مسلک ہے اور فلاں کا یہ مسلک ہے اور اس کی سند میں جو راوی ضعیف ہے یا مجہول ہے اس کو بھی بیان کرتے ہیں حدیث کے اوپر ایک حکم لگایا جاتا ہے کہ یہ صحیح ہے غریب ہے حسن ہے ضعیف ہے۔ ان چیزوں کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ غرض علوم حدیث کو سب سے زیادہ امام ترمذیؒ نے بیان فرمایا۔

حدیث بیان کرنے کے مختلف طریقے

پھر ایک طریقہ حدیث بیان کرنے کا محدثین کا ہے "حدثنی فلانٌ عن فلان عن فلان" اس طرح بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ ایک طریقہ فقہاء کا ہے خاص کر امام ابو حنیفہؒ کا۔ عامۃً اس طرح نہیں کرتے کہ حدثنی فلان عن فلان۔ بلکہ حدیث سے کوئی مسئلہ ثابت ہوتا ہے اس کو بصورت قانون بیان کرتے ہیں کہ مسئلہ یہ ہے۔ جیسے کسی بزرگ کے متعلق جب آپ انکی خدمت میں ملاقات کیلئے جائیں۔ ان کا کوئی خادم یہ کہے کہ مجھ سے فلاں شخص نے بیان کیا، ان سے فلاں شخص نے بیان کیا۔ اسوقت ملاقات نہیں ہو سکتی۔ دوسرا خادم یہ کہتا ہے کہ بھئی یہ وقت ملاقات کا نہیں ہے۔ ساری سند حذف کی مختصر کر کے بس یہی کہدیا کہ اسوقت ملاقات نہیں ہو سکتی۔ یہ بات بیان نہیں کی کہ مجھ سے فلاں نے بیان کیا اس سے فلاں نے بیان کیا۔ بس ضابطہ کلیہ بیان کر دیا۔ یہی چیز فقہاء نے بیان کی یہ بھی حدیث ہے اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفا میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ

سے احادیث کے دفتر کے دفتر بھرے ہوئے ہیں۔ اب وہ دفتر کے دفتر کہاں ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا۔ ذرا سی طلب اور تلاش کیجئے۔ آپ قدوری پڑھئے، جامع صغیر پڑھئے اور ان میں جو مسائل بھرے پڑے ہیں ان مسائل کو تلاش کر کے دیکھئے عامۃً وہ متون حدیث ہیں۔ مثلاً ایک متن ہے۔ اذا استیقظ احدکم من منامہ فلا یغمسن یدہٗ فی الاناء حتیٰ یغسلھا ثلثا فانہٗ لایدری این باتت یدہٗ۔

اس کو نہیں کہیں گے کہ یہ حدیث ہے بلکہ ایک مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ سو کر اٹھو تو پہلے ہاتھ دھوؤ۔

ایک قانون ہے خدا کا، اس میں راوی مذکور نہیں، راوی کے ذریعہ سے یہ حدیث مذکور نہیں بلکہ ایک چیز اصولِ کلی ہے۔

اسی طرح اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام (جب امام جمعہ کی نماز کے لئے نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام) تم خاموش ہو جاؤ امام کے خطبہ کیطرف متوجہ ہو جاؤ خطبہ سنو۔ یہ حدیث ہے زھری سے نقل کیا ہے فتح الباری نے۔

اسی طرح لا مھر اقل من عشرۃ دراھم فتح القدیر میں ہے ابن حجرؒ نے اس حدیث کو بیان کیا سند کے ساتھ۔ اور فرمایا کہ یہ کم سے کم حسن ہے اس سے کم درجہ کی نہیں ہے۔ لیکن ہدایہ میں اس کو مسئلہ متن بیان کر دیا گیا ہے کہ دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں ہے۔ اسی طریقہ پر آپ تلاش کریں گے تو فقہ کی کتابوں میں آپ کو بہت سارے الفاظ وہی ملیں گے۔

البتہ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث ہے بلکہ مزاجِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، حضورؐ کی احادیث کو پہچانا انکو سمجھا اور سمجھ کر امام ابو حنیفہؒ نے کتابوں میں اسکو پیش کیا کہ یہ اصول ہے قانون ہے۔

احادیث کے مختلف درجے

ایک حدیث وہ ہے جس کا تعلق ایمانیات سے ہے۔ اس کی سند زیادہ قوی ہونی چاہئے، اس کے راوی بھی اعلیٰ درجہ کے ہونے چاہئیں جیسے امام بخاریؒ نے کتاب الایمان مرتب کی۔ اس میں سند کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ درجے کی حدیثیں ہیں۔ اس کے بعد ایسی احادیث جن سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے ان کے لئے وہ شرط نہیں۔ وہ اس سے کم درجہ کی ہونگی اس لئے استنباطی روایات کے سلسلے میں تتبع اور تلاش کرنا اور وہ صورت اختیار کرنا جو ایمانیات کی احادیث کے متعلق کی تھی یہ غلط ہے صحیح نہیں۔

اس سے آگے تفاسیر کا درجہ ہے۔ تفسیر میں اس سے بھی کم درجہ کی حدیث قبول کرلی جاتی ہے اور اس سے آگے ہے فضائل ومناقب۔ اس میں اس سے بھی کم درجہ کی روایات کو لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جو شرائط ایمانیات کی احادیث میں ہیں وہ فضائل ومناقب میں نہیں پائی جاتیں ان سب سے ادنیٰ وہ روایات ہیں جو تاریخ سے متعلق ہیں ان میں تو بعض دفعہ موضوع روایتیں بھی نقل کردیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حسن المحاضرۃ فی اختیار اصول المناظرۃ میں ایسی روایتیں بیان کردیتے ہیں کہ جن کو خود انھوں نے موضوع کہا ہے۔ خود ہی موضوع کہہ رہے ہیں اور خود ہی کتاب میں نقل بھی کررہے ہیں۔ جہاں اس کو موضوع کہہ دیا ہے وہیں اُس سے استدلال بھی کیا ہے۔ اسی لئے ہر جگہ کی روایات پر یکساں حکم لگادینا غلط ہے۔

روایت لینے کے مختلف طریقے

راویوں سے روایت لینے میں اور ان پر جرح کرنے میں بھی طریقے الگ ہیں۔ ایک طریقہ محدثین کا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ

حدیث کی روایت کرنے میں کس کا حلقہ بڑھا ہوا ہے۔ ایک طریقہ فقہاء کا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ حدیث سے استنباط کرنے کی طاقت کس میں زیادہ ہے تفقہ کس میں زیادہ ہے وہ اس کو ترجیح دیتے ہیں۔

ائمہ اربعہ کا حدیث پر عبور

چاروں اماموں میں افضل اور سب سے پہلے بڑے امام امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپکی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ہے پہلی صدی میں۔ دوسرے امام امام مالکؒ ہیں ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں آپکی پیدائش ہے۔ تیسرے امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے یعنی دوسری صدی میں۔ چوتھے امام احمد بن حنبلؒ ہیں جو دوسری صدی ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ان حضرات کو کوئی شخص نظر انداز کرے یہ درست نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے بلکہ بڑے ہوئے یہانتک کہ سات یا آٹھ صحابی اس وقت حیات تھے۔ محدثین امام ابو حنیفہؒ کو تابعی نہیں ملتے تابعی ماننے کیلئے تیار نہیں۔ ان کے پندرہ سال بعد امام مالکؒ پیدا ہوئے انکو تابعی مانتے ہیں۔ تابعی اس کو کہا جاتا ہے جو صحابی سے روایت کرے۔

امام بخاریؒ امام احمدؒ کے براہِ راست شاگرد ہیں، امام نسائی بھی شاگرد ہیں امام احمد بن حنبلؒ کے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔ امام شافعیؒ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں اور امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ کے معاصر (ہم عصر) ہیں۔ ان حضرات کے تعلقات آپس میں نہایت خوشگوار تھے۔ امام شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے فرمایا کہ جب تم کو کوئی صحیح حدیث پہنچے تو اس کی مجھ کو اطلاع کردو تاکہ میں اس کو اپنا مذہب اور مختار بناؤں۔ امام شافعیؒ زیادہ تر استنباطِ مسائل میں لگے رہتے تھے ان کا ذہن ادھر متوجہ تھا۔ رواۃ اور روایت کے جرح قدح کیطرف متوجہ نہیں تھے۔ امام احمدؒ زیادہ تر راویوں کی جرح قدح کرتے تھے وہ احادیث اور

رواۃ کے صحت وسقم کیطرف زیادہ متوجہ تھے۔ اس لئے ان پر اعتماد کرتے ہوئے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب تم کو کوئی صحیح حدیث پہنچے تو اس کی مجھے اطلاع کردو۔

دوسری بات غور کرنے کی یہ ہے کہ جو شخص جس لائن کا ہو اس لائن میں اسی کے پاس زیادہ وقیع اور وزنی چیز ہوتی ہے۔ محدثین رات دن احادیث کی چھان بین میں لگے رہتے تھے۔ فلاں روایت ضعیف ہے فلاں صحیح ہے، فلاں کا فلاں سے لقاء ثابت ہے فلاں کا ثابت نہیں۔ فلاں نے یہ لفظ اس طرح بیان کیا، دوسرے نے اس طرح بیان کیا اس معاملے میں انکی بات قوی اور وزنی ہے۔

اور جو حضرات مجتہدین فقہاء ہیں وہ ان احادیث سے مسائل کے استنباط کرنے میں مہارت رکھتے ہیں، استنباط کا سلسلہ ان سے جاری ہے۔ اس وجہ سے امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف کے ص۱۱۸ پر لکھا ہے کہ ھم اعلم بمعانی الحدیث فقہاء معانی حدیث کے زیادہ عالم ہیں حالانکہ خود امام ترمذی بڑے اونچے محدث ہیں لیکن یہاں فقہاء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ فقہاء حدیث کے معانی کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ لہٰذا جہانتک راویوں اور روایتوں کی چھان بین کا تعلق ہے وہاں پر محدثین کے اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جہاں تک مسائل کے استنباط اور اجتہاد کا تعلق ہے وہاں پر محدثین سے زیادہ فقہاء کے اقوال کو لیا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کا مباحثہ

امام اوزاعیؒ سے ملاقات ہوئی امام ابوحنیفہؒ کی۔

انھوں نے پوچھا کیا آپ ہی ابوحنیفہ ہیں؟ فرمایا۔ جی ہاں۔ کہا میں نے سنا ہے کہ آپ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے؟

امام صاحبؒ نے فرمایا۔ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو مجھے انکار نہیں۔ انھوں نے سمجھا کہ ابوحنیفہ بے چارہ غریب آدمی ہے احادیث ان کے پاس

نہیں پہنچی۔ فرمایا کہ اچھا میں ایک حدیث پیش کئے دیتا ہوں۔ امام اوزاعیؒ نے حدیث پیش کی؛ حدثنی زهری عَنْ سالم عَنْ عبد الله بن عمر رضی الله عنهما ان النبی صلے الله علیه وسلم کان یرفع یدیه حین یرکع و حین یرفع راسه من الرکوع۔ اب تو رفع یدین کریں گے آپ؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اگر ایک ہی روایت پر دارومدار ہو تو میں بھی روایت پیش کروں گا۔ حدثنی حماد عن ابراهیم النخعی عن علقمة عَنْ ابن مسعودؓ ان النبی صلے الله علیه وسلم کان یرفع یدیه حین یکبر ثم لا یرفع۔ یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد ساری نماز میں نہیں کرتے تھے۔ اس پر امام اوزاعیؒ خفا ہو گئے کہ آپ حدیث جانتے ہیں؟ میں تو حدیث پیش کر رہا ہوں زُہری کی، سالم کی، عبداللہ بن عمرؓ کی۔ سب کے سب جلیل القدر راوی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ سلسلۃ الذہب (سونے کی لڑی) زہری، سالم، عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ ان میں سے کسی پر کسی روایت میں کوئی جرح و قدح نہیں کی جاسکتی۔ اور آپ حمادؒ، ابراہیم نخعیؒ وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ پھر دیکھئے میری حدیث میں تین ہی راوی کے واسطے ہیں حضورؐ تک۔ اور آپ کی حدیث میں چار راوی ہیں تب وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کر رہے ہیں۔ تو سند کے اعتبار سے بھی میری حدیث ارفع ہے تمہاری حدیث سے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا یہ تین اور چار کی بحث تو بچوں کیلئے چھوڑ دو۔ وہ ایک اکائی دو اکائی گنتے رہیں گے۔ راویوں کا راویوں سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ بتائیے آپ کے استاذ زُہری افقہ ہیں یا میرے استاذ میرے راوی حماد افقہ ہیں۔ حدیث کا شغل اور حدیث کا حلقہ تو زہری کا بڑھا ہوا ہے۔ سب دنیا جانتی ہے لیکن جہانتک حدیث کی بات کی تہ تک پہنچ کر مسئلہ کے نکالنے اور استنباط کرنیکا

تعلق ہے فقہ کا تعلق ہے اس میں حماد ہی افقہ ہیں۔

امام صاحب نے کہا آپ کے راوی سالم ہیں اور میرے راوی ابراہیم نخعی ہیں بتائیے سالم افقہ ہیں یا ابراہیم نخعی؟ انھوں نے جواب دیا کہ حدیث کے جاننے میں تو سالم افقہ ہیں لیکن جہاں تک حدیث سے مسائل کے استنباط و فقہ کا تعلق ہے اس میں ابراہیم نخعیؒ ہی بڑے ہیں۔ اور ابراہیم نخعیؒ کا حال یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بھی ان سے مسئلہ اور فتویٰ دریافت کیا جاتا تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کے بعد تمہارے راوی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ہیں اور میرے راوی حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ صحابی ہیں اگر ان کو صحابی ہونیکا شرف حاصل نہ ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ علقمہ ان سے زیادہ افقہ ہیں۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا ہاں یہ بات تو صحیح ہے۔ پھر فرمایا امام صاحبؒ نے کہ چوتھے راوی میرے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں تو ابن مسعود تو ابن مسعود ہی ہیں آپ جانتے ہی ہیں انھوں نے کہا بے شک اور بات مان لی۔

کیا امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی؟

سوال:۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی؟

جواب:۔ یہ بات کہ امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی۔ علامہ ابن خلدون کے مقدمۂ تاریخ سے پھیلی ہے ایک غیر مقلد سے میری خط و کتابت دو برس تک رہی وہ حوالہ دیتے تھے کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور کچھ یاد نہیں تھا۔ امام ابوحنیفہؒ امام ضرور تھے مگر حدیث میں صفر تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ذرا مہربانی کر کے یہ بتائیے کہ وہ کس فن کے امام تھے؟

بتایا کہ وہ فقہ کے امام تھے۔ میں نے کہا ماشاء اللہ۔ فقہ کا امام وہ ہوگا جو اصول فقہ کا ماہر ہو اور اصولِ فقہ چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع، قیاس۔ امام ابو حنیفہؒ کو فقہ کا امام ماننا پھر یہ کہنا کہ حدیث میں صفر تھے خود فقہ سے عدم واقفیت کی بناء پر ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ فقہ کس کو کہتے ہیں پھر وہ فقہ کے امام کس بناء پر تھے یہ بیان کریں ؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ میں نے کہا کتاب دیکھئے ابن خلدون۔ اصل عربی میں ہے اور اردو میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کو دیکھ لینا میں اس کا جواب نہیں دوں گا۔ وہ کتاب کیا دیکھتے کہاں سے دیکھتے ؟ ان کے پاس کتاب تھی ہی نہیں۔ میں نے کہا میں جواب نہیں دوں گا خود کتاب دیکھئے آخر وہ اکتاتے ہوئے کہنے لگے آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے ؟ میں نے کہا کہ میں اسواسطے جواب نہیں دیتا کہ میں آپ کا احترام کرتا ہوں اور اس میں کچھ ایسی بات ہے جو آپ کے احترام کے خلاف ہے۔ اس نے کہا کیا ہے ؟ میں نے کہا۔ اس میں لکھا ہے کہ بعضے ہٹ دھرم آدمی یوں کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کو صرف چند حدیثیں یاد تھیں؏۔ تو اس قول کو انھوں نے مؤید نہیں کیا، اپنا قول نہیں کہا بلکہ بعض ہٹ دھرم آدمیوں کا قول اس کو بتایا تو کیا آپ ہٹ دھرم ہیں جو میں کہدوں۔ بات وہی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث کو اس طرح بیان کرنیکے عادی نہیں تھے کہ یوں کہیں حَدَّثَنَا فلانٌ عن فلان عن فلانٍ بلکہ حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہوتا اس کو اصول بنا کر دستور بنا کر پیش کرنے کے عادی تھے ان کے یہاں مجلس

؏ مقدمہ ابن خلدون ص ۳۴۴ ج ۲ مطبوعہ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی

فقہ منعقد ہوتی تھی۔ چالیس تلامذہ درجۂ اجتہاد کو پہنچے تھے۔ ایک ایک مسئلہ پیش ہوتا تھا اس مسئلے پر سب اپنی اپنی رائے ظاہر کرتے تھے اور جس بات پر امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ تینوں حضرات متفق ہو جاتے تھے اس کو لکھدیا جاتا تھا وہ ظاہر الروایت کہلاتی ہے۔ چنانچہ جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، یہ سب اسی طرز کی لکھی ہوئی ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔

امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر

ان حضرات کے اندر احترام بہت تھا

حضرت امام شافعیؒ تشریف لے گئے ہیں امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر۔ وہاں پہنچکر نماز کا وقت آگیا نماز پڑھی انھوں نے تو آمین بالجہر اور رفعِ یدین نہیں کیا۔ ان سے پوچھا کہ آپنے آمین بالجہر اور رفع یدین کیوں نہیں کیا؟ آپ کا مسلک تو یہی ہے۔ کہا کہ ہاں مسلک تو ضرور ہے مگر بھائی یہ بہت بڑے امام ہیں جن کی قبر پر آیا ہوں مجھے یہاں حیا مانع ہوتی ہے۔

رفع یدین اور آمین میں ائمہ کا اختلاف اولویت میں ہے

آمین بالجہر اور رفع یدین سے انمیں جو کچھ اختلاف ہے اولویت کا اختلاف ہے۔ جواز عدم جواز کا اختلاف نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ یہ فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ آمین بالسر کہا جائے۔ رفع یدین نہ کیا جائے وہ فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ رفع یدین کیا جائے اور آمین بالجہر کہا جائے۔

بخاری شریف میں امام ابوحنیفہؒ کی حدیث نہ ہونیکا جواب

کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں کوئی حدیث امام ابوحنیفہؒ کی سند سے نہیں

آئی ہے (اس کا الزامی جواب تو وہ ہے جو قسط ثالث صـ۱۱ پر آچکا ہے) تحقیقی جواب وہ ہے جس کو ہمارے اکابر نے بیان کیا کہ جن محدثین کے تلامذہ اتنی کثرت سے موجود تھے کہ وہ اپنے استاذ کی احادیث کو جمع رکھ سکتے ہیں، محفوظ کر سکتے ہیں انکی طرف امام بخاریؒ وغیرہ نے زیادہ التفات نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ انھیں میں سے ہیں۔ ہاں جن ائمہ محدثین کے یہاں اتنے تلامذہ وطلباء موجود نہیں کہ جو انکی احادیث کو محفوظ رکھ سکیں انکی احادیث کو جمع کرنیکا اہتمام کیا تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائیں امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں ابھی گذرا کہ چالیس تو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں کہ برابر انھوں نے اجتہاد کیا مسائل نکالے استنباط کیا اور فقہ کی جزئیات کو اکٹھا کرتے رہے۔